PAGES MISSING WITHIN THE BOOK ONLY

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_222241
UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۸۹۱۵۴۳۳۳ Accession No. ۷۵۹۸

Author فہیم بیگ خیالی

Title قصر صحرا حصہ اول

This book should be returned on or before the date last marked below.

۹۰۹۱۸
اسٹاک نمبر
تصحیح 1952
CHECKED 1951
۵۵ ف
Checked 1965

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرا وطن خاص قسطنطنیہ تھا۔ میں سلطانی فوج میں ایک معزز عہدے پر ممتاز تھا۔ مجھ کو اس ملازمت میں بارہ سال گزر گئے تھے۔ میرا افسر ایک نہایت ہی مغرور شخص تھا۔ نہ مجھ سے کسی وجہ سے دشمنی رکھتا تھا۔ چنانچہ ایک بار ہماری فوج مصر کی مہم پر روانہ کی گئی۔ وہاں کچھ ایسے واقعات پیش آئے جن کی وجہ سے اس رنجش نے ایک سخت دشمنی کی صورت اختیار کر لی + مہم سے واپس آنے پر میری شکایت بابعالی میں ہوئی۔ اور ایسے ایسے الزامات میرے اوپر رکھے گئے۔ کہ مجھے سزائے جلاوطنی دی گئی + یہی بہت ہوا۔ کہ میری جان بچی + مجھ کو حکم ملا۔ کہ میں ترکی ممالک میں آئندہ ہرگز ہرگز قدم نہ رکھوں۔ اور اب دو مہینے کے اندر اندر ہی وطن چھوڑ دوں + میری خوش قسمتی سے اسی اثنا میں ایک جہاز سمندر کی سیاحت اور نئی دنیا کی تلاش میں روانہ ہونے والا تھا۔ میں نے اس موقعہ کو غنیمت جانا۔ اور مالک جہاز سے اپنی خواہش کا اظہار کیا + اس نے اس کا جواب نہایت خندہ پیشانی سے دیا۔ اس نے مجھ سے یہ بھی کہا۔ کہ اس جہاز کے ساتھ جبل الطارق سے ایک اور اہل ہالینڈ کا جہاز ہم لوگوں کے

ساتھ ہوگا۔ اس سے ہم لوگوں کو بہت تقویت رہے گی ؛

میں نے جس قدر جلد ہو سکا۔ کل ضروری سامان مہیا کیا۔ اور اپنے بیوی بچوں سمیت چلنے پر آمادہ ہوگیا ۔ میرے بڑے بھائی نے جو ایک تاجر تھا۔ میری ہر طرح مدد کی اور کل ضروری سامان مہیا ہوگیا ۔ میرا خاندان سات آدمیوں پر مشتمل تھا۔ ایک میں۔ اور ایک میری بیوی۔ اور چار بچے۔ بڑا لڑکا تیرہ سال کا تھا۔ جس کا نام احمد تھا ۔ اس سے چھوٹے لڑکے کا نام بختیار تھا۔ جو اس سے سال بھر چھوٹا تھا ۔ اس سے چھوٹی ایک لڑکی تھی۔ اس کا نام عائشہ تھا۔ اور ایک چھوٹا بچہ تھا۔ جس کی عمر اندازاً دو سال تھی ۔ میری بیوی کا ایک بھائی تھا جس کا نام انور تھا۔ یہ بھی میرے ساتھ چلنے کو تیار ہوا ۔ جس جہاز پر ہم جانے والے تھے۔ اس پر بہت سے مسلمان تھے۔ اور بہت سے عیسائی بھی تھے۔ حتیٰ کہ اس جہاز کا مالک بھی عیسائی تھا ؛

۲

ہفتے کے روز ہم قسطنطنیہ سے روانہ ہوئے۔ اور ہم نے اپنے عزیز وطن پر آخری نظر ڈالی۔ چھوٹوں سے لے کر بڑوں تک کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور جہاز چل دیا ۔ قسطنطنیہ سے روانہ ہوئے ہم کو ہفتہ بھر کے قریب ہوا تھا۔ اور ہم لوگ بڑے اطمینان سے چلے جا رہے تھے۔ کہ ایک روز دوپہر کے بعد جہاز میں گڑبڑی پڑ گئی۔ اور ایک آن واحد میں یہ سنسنی خیز خبر جہاز کے کونے کونے میں پھیل گئی۔ کہ ہم لوگ قزاقوں میں پھنس گئے ہیں ۔ ہمارے جہاز نے بہت کچھ مقابلہ کیا۔ اور بچنے کی کوشش کی۔ لیکن سب بے کار۔ ہمارا جہاز ذرا سی دیر میں بے بس کر لیا گیا۔ قزاق جہاز میں گھس آئے۔ سب کے ہتھیار چھین کر ایک جہاز کی کوٹھڑی میں مقفل کر دیئے۔ اور اس کوٹھڑی کی حفاظت کے

سے لئے مسلح پہرا بٹھادیا + ہمارا جہاز اب ان کے بس میں تھا + جدھر قزاقوں کا جہاز جارہا تھا۔ اُدھر ہی اس کے ساتھ ساتھ ہمارا جہاز تھا + قزاقوں کا ایک دوسرا جہاز اور آگیا۔ اور اب ہم لوگ قیدی بنے ہوئے ان کے ساتھ ہو لئے +

دوسرے روز طوفان کے آثار معلوم ہونے لگے۔ رات بالکل اندھیری تھی۔ طوفان بڑھتا جاتا تھا۔ خوفناک لہریں اُٹھ اُٹھ کر آسمان سے باتیں کرتی تھیں۔ سب لوگ دست بہ دعا تھے۔ کہ الٰہی اپنے بندوں کو اس طوفان سے نجات دے۔ کہ اتنے میں بڑا شور وغل ہوا۔ اور ساتھ ہی زبردست دھماکا ہوا۔ ہمارا جہاز ہل گیا۔ لوگ اپنی اپنی جگہ سے منہ کے بل گر پڑے۔ گویا قیامت آگئی + کوئی پانچ منٹ بعد ذرا تسلی ہوئی لیکن شور وغل اب بھی تھا + معلوم ہوا۔ کہ قزاقوں کے دونوں جہاز آپس میں بڑی زبردست ٹکر کھا کر ہمارے جہاز سے آکر لڑ گئے تھے۔ اور اس صدمے سے ان کا ایک جہاز تو غرق ہوگیا تھا۔ اور دوسرا غرق ہو رہا تھا + ہوا کے زور نے اور لہروں کے تھپیڑوں نے ہم کو ان جہازوں سے کوئی ڈیڑھ دو فرلانگ پر کر دیا تھا۔ اور ہم لوگ یہ دیکھ رہے تھے کہ قزاق ڈوب رہے ہیں +

اس درمیان میں اپنے جہاز میں طوفان بے تمیزی بپا ہوا۔ اور فیر بندوقوں کے سنائی دیئے + اس طرف متوجہ ہوئے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ہمارے جہاز کے آدمیوں نے موقعہ پاکر ان پہرہ داروں پر جو قزاق تعینات کر گئے تھے۔ حملہ کر دیا لٹھوں سے تختوں سے غرض جو جس کے ہاتھ لگا تھا۔ ان پر حملہ کیا۔ اور چشم زدن میں ان کو مار کر سمندر میں پھینک دیا + تھوڑی دیر میں طوفان بھی کم ہوگیا۔ اور باقی رات خیروبت سے کٹی۔ دو دن باتیں دن کے سفر کے بعد ہم جبل الطارق پہنچے +

۳

قرار داد کے مطابق جبل الطارق پر ہم کو حسب وعدہ اہل ہالینڈ کا جہاز ملا۔ یہ لوگ بڑی بے چینی سے ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ اور جانے ہی کو تھے۔ کہ ہم لوگ آپہنچے + دوسرے دن مراقش کے کنارے ہوتے ہوئے ہم نے مغربی جنوبی سمت اختیار کی۔ یہ ہی وہ سمت تھی۔ جدھر یورپ کے بڑے بڑے سیاح جاتے تھے۔ اور سیاحی کی دولت سے مالامال آتے تھے + ہفتہ بھر کے قریب ہم لوگوں کو آرام سے گزرا لیکن اس کے بعد طوفان کے آثار نمودار ہوئے۔ اور دو ایک روز تک معمولی طوفان رہا۔ پھر امن ہوگیا + دو تین مہینے ہم کو چلتے ہوئے ہوگئے۔ اور اس درمیان میں کئی طوفان آئے۔ لیکن کسی سے ہم کو کچھ نقصان نہ ہوا +

تھوڑے روز اَور گزرے۔ اور ہم کو اب ایک زمین دکھائی دی۔ سب بہت ہی خوش ہوئے۔ مگر اب طوفان پھر اُٹھ رہا تھا۔ اور ہم لوگ زمین کی طرف چل رہے تھے۔ ہوا بڑے زور و شور کی تھی۔ ہمارا جہاز آگے آگے تھا۔ اور دوسرا ٹپرح والوں کا پیچھے تھا۔ لہریں اس زور و شور سے اُٹھتی تھیں۔ کہ جہاز گزوں اوپر اُٹھ جاتے تھے۔ اور کبھی لہروں کے بیچ میں پڑ کر اس قدر نیچے چلے جاتے تھے۔ کہ دوبارہ اُٹھنے امید منقطع ہو جاتی تھی + خدا خدا کر کے شام ہوئی۔ مگر طوفان میں کمی نہ ہوئی۔ زلیست سے ناامید سے ہوگئے۔ رات میں طوفان نے اَور تیزی پکڑی + سمندر کی لہریں چادر کی طرح ہمارے جہاز کے اوپر سے نکل کر دوسری طرف جا گرتی تھیں + دس گیارہ بجے کے قریب ہم لوگ سو رہے۔ ہم جہاز کے اوپر والے کمرے میں تھے۔ ہمارے ساتھ ایک اَور خاندان تھا جس میں تین آدمی تھے۔ صاحب خانہ کا نام محمد تھا۔ اس کی

بیوی اور دو لڑکے تھے۔ بڑا لڑکا کوئی چودہ برس کا تھا۔ اس کا نام جمال تھا۔ دوسرے کی عمر آٹھ دس برس کی تھی۔ اس کا نام کمال تھا۔ ایک عیسائی خاندان تھا جس کا مالک تو افریقہ کے ساحل پر مر گیا تھا۔ تین لڑکیاں تھیں۔ اور ایک لڑکا تھا۔ بڑی لڑکی فلورا آٹھ نو برس کی تھی۔ اس سے چھوٹی لڑکی کارڈین کی عمر فلورا سے سال بھر کم تھی۔ اس سے چھوٹا ایک بچہ تھا جس کی عمر ڈھائی دو سال کی ہوگی +

رات کو اسی طوفان کی حالت میں ہم لوگ کمرہ بند کر کے سو گئے تھے۔ کہ رات کو ایک ہلڑ کی وجہ سے میری آنکھ کھلی۔ اور میرے کانوں نے پہلا لفظ جو سنا وہ چٹان تھا + سب لوگ چلا رہے تھے۔ اور چٹان! چٹان! کا لفظ ہر کسی کی زبان پر تھا + سب کو معلوم ہو گیا۔ کہ جہاز کسی چٹان سے ٹکرا گیا۔ اور اب ڈوب جائے گا + کشتیاں اتاری جا رہی تھیں۔ اور لوگ ان میں بیٹھ بیٹھ کر ساحل کی طرف جو کچھ دور نہ تھا۔ روانہ ہو رہے تھے۔ میں نے جو نیچے اترنے کی کوشش کی۔ تو اپنے آپ کو باہر سے بند پایا۔ میں اور میرے کمرے والے مدد مانگ رہے تھے۔ لیکن کوئی نہ سنتا تھا۔ سوائے اس کے کوئی جواب نہ ملتا تھا۔ کہ ہم مجبور ہیں۔ اور مدد نہیں کر سکتے +

واقعی وہاں سب کو اپنی اپنی پڑی تھی + ہم لوگوں کو کسی نے آدمیوں کی زیادتی کی وجہ سے بند کر دیا تھا۔ اور ہم لوگ اپنے کمرے میں بیکار چلا رہے تھے۔ جہاز کے کسی قدر حصے میں پانی بھی آ گیا تھا۔ سب الٹ پلٹ ہو گیا تھا۔ مسافر چیخ رہے تھے۔ اور طوفان کا شور قیامت بپا تھا۔ اور جتنے لوگ کشتیوں پر سوار ہوتے۔ وہ سب ہماری آنکھوں کے سامنے ہی لہروں کی نذر ہو گئے۔ دوسرے جہاز والے بھی بے رحم ہو گئے۔ وہ ہماری ایک نہ سنتے تھے۔ خدا بھی بے رحم کی مدد نہیں

ہے۔ چنانچہ فوراً ہی ان کا بھی جہاز ٹکرایا۔ اور ایک دم ایسا غرق ہوا۔ کہ لوگ اتر بھی نہ سکے۔ اور ایک نفر تک نہ بچا + اب کل مخلوق میں سے جو وہاں تھی۔ ہم ہی رہ گئے تھے۔ جو جہاز میں بند پڑے تھے۔ ورنہ سب مر چکے تھے۔ ہم یہ انتظار کر رہے تھے۔ کہ اب ڈوبے اب ڈوبے۔ اور موت کے لئے تیار تھے +

جہاز نے اسی اثنا میں ہوا سے ایک زبردست جھٹکا کھایا۔ اور ہم سب لوگ سمجھے۔ کہ بس اب جہاز چل دیا۔ لیکن ہم کو ذرا ہوش میں آ کر معلوم ہوا۔ کہ ہمارا جہاز رک سا گیا ہے۔ کیونکہ وہ اس سے پیشتر تھپیڑے کھا کر ہل رہا تھا۔ گھنٹوں اسی طرح گزر گئے۔ مگر جہاز نہ ہلا۔ اور مجھ کو شبہ ہوا۔ کہ یہ زمین پر چڑھ گیا ہے۔ آخر کار اپنی اپنی جگہ بیٹھے صبح کر دی۔ صبح اٹھ کر عجیب سماں نظر آیا۔ کچھ لاشیں مچھلیاں کھا رہی تھیں + اب طوفان کچھ کم ہو گیا تھا۔ اور ہمارا جہاز چند چٹانوں میں اٹکا ہوا پڑا تھا۔ یہ چٹان جزیرے ہی کا ٹکڑا معلوم ہوتی تھی۔ کیوں کہ اس چٹان سے جزیرہ ایک فرلانگ سے زیادہ دور نہ تھا۔ اب میں اس سوچ میں تھا۔ کہ زمین پر اتروں تو ٹھکانا لگے۔ کیونکہ اس جہاز کا کیا ٹھیک ہے۔ مجھ کو یہ یقین تھا۔ کہ اگر یہ آج نہ ڈوبا۔ تو کل ڈوبے گا +

۴

اسی خیال میں نیچے اترنے کی فکر دامن گیر ہوئی۔ اور بہ صد دقت کواڑوں کو توڑ کر میں نیچے اترا۔ محمد بھی میرے ساتھ نیچے اترے۔ اب یہ معاملہ درپیش تھا۔ کہ ساحل تک کیونکر پہنچیں + اسی فکر میں تھا۔ کہ سامنے جہاز کے کونے میں ایک کشتی دکھائی دی۔ ہم دونوں نہایت ہی خوش ہوئے۔ لیکن جب قریب پہنچے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ایک کار تھی۔ اس کے پیندے کا ایک تختہ ٹوٹا ہوا تھا۔ اور اب اس کی مرمت کرنے

کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اور جہاز کی طرف سے کوئی اطمینان نہ تھا۔ اتنے میں انور مع لڑکوں کے نیچے آیا۔ میں نے اسے بتایا۔ کہ بڑھئی کے سامان کی ضرورت ہے۔ وہ مع لڑکوں کے جہاز کے اُلٹ پلٹ کمروں میں گیا۔ اور لڑکوں نے بھی ڈھونڈنا شروع کیا۔ اتنے میں بختیار بڑے زور سے چلّایا۔ میں اس کی طرف دوڑا۔ دیکھا۔ کہ ایک بڑا کتا قریب کھڑا دُم ہلا رہا ہے۔ اس نے تلاش کرتے کرتے ایک چھوٹی سی کوٹھڑی کھولی تھی۔ اس میں سے کتا بڑے زور سے کود کر اس کے اوپر گرا تھا۔ اور وہ چاروں خانے چت گر پڑا تھا۔ میں خوش ہوا۔ کہ اس کے کوئی چوٹ نہیں آئی تھی۔ خیر بہ مشکل تمام بڑھئی کا سامان ملا۔ اور ہم نے کشتی کی مرمت شروع کر دی۔ لڑکے اور عیسائی عورت کی لڑکیاں سب مل کر جہاز کی خانہ تلاشی لینے لگے۔ ان کی یہ تلاشی بہت مفید ثابت ہوئی۔ انہوں نے بہت سے بسکٹوں کے بکس پائے۔ جو اس وقت بہت کار آمد ثابت ہوئے۔ سب نے کھائے۔ اور باقی رکھ چھوڑے۔ علاوہ ازیں بہت سی کار آمد چیزیں دستیاب ہوئیں ؎

اتنے میں کشتی ہم نے تیار کر لی۔ اور سب نے مل کر رسّی سے باندھ کر پانی میں اُتارا۔ ہم لوگ بہت تھک گئے تھے بسکٹ کھا کر پانی کی ٹنکی میں سے پانی پیا۔ کشتی پر میں محمد اور انور سوار ہو کر کنارے کی حالت دیکھنے چلے۔ کنارہ دور نہ تھا۔ ہم لوگ جلدی پہنچ گئے۔ اور ایک جگہ پر جو درختوں کے سائے میں تھی۔ قیام کرنے کا ارادہ کیا۔ فوراً ہی ہم لوگ جہاز پر واپس آئے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ بچوں نے تو بہت سی چیزیں۔ ایک کتیا جس نے اسی طوفانی رات میں تین بچے بھی دیئے تھے۔ گیارہ بطیں۔ سات مرغیاں اور دو مرغ پائے ہیں۔ میری طبیعت اس بات کو سن کر بہت

خوش ہوئی۔ اور لڑکوں کی خوشی کا تو کچھ کہنا ہی نہ تھا۔ سب جانور جوں کے توں بند کر دیئے گئے + سب سے پہلا فرض میں نے یہ سمجھا۔ کہ سب لوگوں کو ساحل پر اُتارا جائے۔ پھر اَور کچھ کیا جائے۔ چنانچہ یہی کیا گیا۔ دو پھیروں میں سب کو کنارے پہنچا دیا +

اب پریشانی یہ تھی۔ کہ بود و باش کہاں اختیار کی جائے۔ اس خیال میں تھا۔ کہ لکڑیوں کی جھوپڑیاں بنائی جائیں۔ چنانچہ اس خیال سے محمد کو لڑکوں کے ساتھ ایک سمت بھیجا۔ تاکہ لکڑیاں تلاش کر لائیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور تھوڑی دور گئے تھے۔ کہ ان کو ایک قسم کے بانس کے درخت ملے۔ یہ ہر طرح سے بانس کے مشابہ تھے۔ مگر ان کی پتیاں بڑی بڑی تھیں۔ جو کہ ارنڈی کے پتوں سے مشابہ تھیں + وہ لوگ لوٹ کر آئے۔ اور مجھ کو خبر دی۔ کہ وہ جھوپڑی بنانے کے واسطے بہت ٹھیک ہوگا۔ میں بھی اس بات کو سُن کر بہت خوش ہوا۔ میرا ارادہ ہوا۔ کہ جو کچھ ہو سکے جہاز پر سے جا کر لے آؤں۔ محمد کو کنارے پر چھوڑ کر لڑکوں کو ساتھ لے کر جہاز پر پہنچا + پہلے پہل میں کپتان کے کمرے میں گیا۔ اور وہاں چار پانچ ڈبیاں پائیں۔ اَور مختلف چیزیں بھی ملیں۔ جس میں ایک دنیا کا نقشہ بھی تھا + سب بچے ڈھونڈنے میں لگے تھے + مصطفٰے کو ایک چھوٹا سا ڈبا ملا۔ جس کو وہ پا کر بہت خوش ہوا۔ کیونکہ اس میں مچھلی کے شکار کا پورا سامان موجود تھا + لوہار خانے کا سامان میں نے باہر نکال کر رکھا۔ اور اس پہلی کھیپ میں بیس عمدہ بندوقیں نکالیں۔ اور کچھ بڑے چھوٹے بارود کے پیپے نکال نکال کر رکھے۔ میں یہ چاہتا تھا۔ کہ کچھ نہ کچھ ہر چیز میں سے ضرور لینا چاہئے۔ مجھ کو یہ کھٹکا ہر دم تھا۔ کہ جہاز ڈوب جائے گا +

میں جہاز کے نیچے کے حصے میں گھوم رہا تھا۔ کہ ایک کمرے میں مجھ کو شبہ ہوا۔ کہ شاید اس میں نہ ہوں۔ گو ناممکن معلوم ہوتا تھا۔ کیونکہ اس کمرے کے دروازے میں اَوندھا سیدھا اسباب ٹھُسا ہوا تھا۔ لیکن میں نے مصطفیٰ کو گود میں لے کر اوپر اُٹھایا۔ اور اس کو کمرے کے اندر جھنکایا۔ تو اس نے کہا۔ کہ گائے ہے۔ میں نے فوراً اسباب ادھر اُدھر ہٹایا۔ اور اندر پہنچ کر دیکھا۔ کہ سب گدھے مرے پڑے ہیں۔ صرف دو گدھے زندہ کھڑے تھے + مجھ کو بہت ہی خوشی ہوئی۔ کہ چلو یہی سہی۔ دو ہی کافی ہیں۔ اتنے میں ہم نے دیکھا۔ کہ مرے ہوئے گدھوں میں ایک حرکت کر رہا ہے۔ چنانچہ غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا۔ کہ ایک گدھی دو لاشوں کے نیچے دبی پڑی تھی۔ میں نے اس غریب کو لاشوں کے نیچے سے نکالا + یہ نہایت ہی زخمی اور کمزور ہو رہی تھی۔ میں گدھوں کو باہر لایا۔ تو لڑکے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور جہاز پر ہی ان پر سوار ہونے کا ارادہ ظاہر کیا۔ گو گدھے چوٹ اور بھوک کے مارے جاں بلب ہو رہے تھے + ان تینوں پر دعوے مصطفیٰ کا تھا۔ کیونکہ انہوں نے ہی ان گدھوں کو گائے بتا کر تلاش کروایا تھا +

لڑکوں نے بہت سی کار آمد چیزیں بھی دستیاب کر لی تھیں۔ مثلاً بہت سے پستول تھے۔ چھُرے تھے۔ اور منجملہ ان کے پچاسوں بورے غلے کے تھے۔ جو گودام میں موجود تھے۔ بہت سا مکھن ملا تھا۔ کچھ برتن بھی مل گئے تھے۔ گو وہ شروع طوفان ہی میں بندوقوں اور اَور سامان کے ساتھ بوجھ کی وجہ سے سمندر میں پھینک دیئے گئے تھے + لڑکوں نے گنڈاسیاں۔ کلہاڑیاں۔ جو

اتفاق سے بچ رہی تھیں۔ اور پانچ بھالے غرض ایسی ہی بہت سی کارآمد چیزیں پائیں +

۵

اب ان سب چیزوں کے لے جانے کی تیاری کی گئی + میں نے کئی بڑے بڑے لکڑی کے پیپے لئے۔ بھیڑوں کی گردنوں میں رسی باندھی۔ اور اسی کو گدھوں کے گلوں میں باندھا۔ اور جو کچھ سامان ہو سکا کشتی پر بار کیا + اور ناؤ کو اسی میں باندھا۔ اور یوں ناؤ کو میں نے بڑی کوشش سے کھینا شروع کیا + مرغیاں میں نے ڈلیوں میں بند کر کے لکڑی کے پیپوں پر رکھ دی تھیں۔ بطوں کو یونہی کھول دیا تھا۔ ایک پیپے پر احمد بیٹھا تھا۔ اور دوسرے پیپے پر بختیار بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں بندوق تھی۔ کہ اتنے میں احمد چلایا۔ اور مجھ کو پکار کر کہنے لگا۔ کہ دیکھو ایک بڑی مچھلی میرے قریب کی بھیڑ پر حملہ کرنے ہی کو ہے۔ اور واقعی ایک بڑی مچھلی جو یقیناً بھیڑ کو لے جاتی حملہ کرنے کے لئے بالکل ہی تیار تھی۔ میں متوجہ ہوا ہی تھا۔ کہ مچھلی اوپر آئی۔ اور چاہتی ہی تھی۔ کہ حملہ کرے۔ کہ احمد نے بھالا مارا + بھالا تو خالی گیا۔ اور وہ گرتے گرتے بچا۔ مچھلی کا وار خالی گیا تھا۔ اور وہ اندر غایب ہونے کو تھی۔ کہ پچھلے حصّے پر بختیار نے فوراً بندوق چلا دی۔ اور مچھلی ایک بڑی تڑپ لگا کر بھاگ گئی۔ لیکن ایک سرخ خون کی لکیر سی پانی میں بن گئی۔ جس سے یہ معلوم ہوا۔ کہ مچھلی زخمی ہو گئی +

اس کے سوا کنارے تک پہنچنے میں ہم کو کوئی واقعہ پیش نہ آیا۔ اور ہم نے اطمینان سے سب سامان مویشی وغیرہ زمین پر اتارے + محمد نے راستے

دمی۔ کہ بجائے زمین کے اگر مکان پیڑ پر بنایا جائے۔ تو زیادہ مناسب ہوگا۔ کیونکہ بہت ممکن ہے۔ کہ اس جگہ جنگلی درندے ہوں + میں نے اس رائے کو بہتر جان کر اس سے اتفاق کیا۔ اور یہ ٹھیرا۔ کہ پہلے پیڑ پر ایک مکان بنالیا جائے۔ میں اور محمد اور انور نے فوراً گدھوں کو گو وہ زخمی تھے۔ لیا۔ اور پھر بانسوں کے درختوں کی طرف چلے۔ وہاں سے گنڈاسوں اور کلہاڑیوں سے بانس کاٹ کاٹ کے گدھوں پر لاد کر جائے قیام پر لائے۔ اور میں نے ایک درخت پسند کیا۔ جو کافی اونچا بھی تھا۔ اس کی دو شاخیں زمین سے متوازی چلی گئی تھیں۔ فوراً ہم نے اس پر مکان بنانے کا کام شروع کر دیا۔ اس میں بچوں نے بہت مدد دی۔ جمال نے ایک کیلوں کا بکس دیا۔ رسیاں بھی کافی تھیں۔ جس سے ہم نے ایک پالٹ نما مکان بنا کر تیار کر لیا۔ یہ مکان کافی جگہ رکھتا تھا۔ اس کو نہایت خوب صورتی سے اوپر سے چھا دیا گیا + بانس کے چھوٹے چھوٹے ڈنڈوں کو دو بڑے ڈنڈوں میں باندھ کر سیڑھی بنالی + اس مکان کے اندر بانس کی زمین تھی۔ اور گھاس پھوس خشک جو بھی ہو سکا بچھا دیا گیا +

اب اس سوچ میں تھے۔ کہ کوئی بڑی چیز اس پر بچھانے کی ہوتی جس پر بچھونے بچھائے جاتے۔ کہ اتنے میں عیسائی خاتون کی بڑی لڑکی فلورا نے رائے دی۔ کہ جہاز کے بادبان مل جاتے۔ تو بہت اچھا تھا + یہ مجھ کو کیا کسی کو بھی خیال نہ آیا تھا۔ ہم لوگ اس میں مشغول تھے۔ کہ اتنے میں بختیار بڑے زور سے چلایا۔ کہ دوڑو دوڑو + ہم لوگ گھبرائے۔ کہ الٰہی یہ کیا مصیبت آئی۔ اور سمندر کے کنارے ایک ٹیلے پر جہاں وہ کھڑا تھا۔ دوڑے۔ تو دیکھا۔ کہ کارڈین اور بختیار مچھلی کا شکار کر رہے ہیں۔ کارڈین کی ڈوری میں ایک بڑی مچھلی پھنسی تھی۔ اور وہ دونوں رسا کشی کر رہے

تھے۔ اور قریب چھوڑنے ہی کو تھے۔ کہ ہم لوگ پہنچ گئے۔ میں نے ڈور بچوں سے لی مچھلی بہت زور کرتی تھی۔ لیکن میں نے تھکا کر نکال لی۔ مچھلی واقعی بڑی تھی۔ اندازاً پندرہ سولہ سیر سے کم نہ ہوگی۔ مچھلی کے گلپھڑوں میں ایک قسم کے دانت سے تھے۔ ہم لوگ بہت خوش ہوئے۔ کہ مچھلی ہاتھ لگی۔ لیکن احتیاطاً بچوں کو ہدایت کر دی۔ کہ ایسا کام نہ کریں۔

اب کھانے کا وقت ہو گیا تھا۔ ہم لوگ تھک بھی بہت گئے تھے۔ لہذا ہم نے کھانے کا انتظام کیا۔ محمد کی بیوی نے مچھلی کو بہت اچھی طرح پکایا تھا۔ میم صاحبہ جو ہمارے ساتھ تھیں۔ ان کی رائے سے مچھلی کا باقی حصہ سکھانے کے ارادے سے رکھ دیا گیا۔ کیونکہ ہم کو یہاں کھانا جمع کرنے کی فکر تھی۔ یہ خیر ہوئی تھی۔ کہ ہمارے پاس چقماق پتھر کافی تعداد میں تھے۔ ورنہ آگ کے بارے میں ہم کو سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا۔ ہم نے اپنا نعمت خانہ ٹٹولا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ہمارے پاس پچیس تیس سیر سے زائد نمک نہ تھا۔ اس کی بابت بھی ہم کو بہت فکر تھی۔ غرض یہ چیزیں ہم نے سیر ہو کر کھائیں۔ اور پانی پیا۔ جو ہم اپنی بوتلوں میں بھر کر جہاز پر سے لائے تھے۔

ہمارے سر پر ابھی بہت کام تھا۔ اور ہم کو آرام کرنے تک موقع نہ ملا۔ میں نے ارادہ کیا۔ کہ جو کچھ بھی ہو سکے۔ جہاز پر سے اُٹھا لے آئیں۔ چنانچہ میں محمد اور لڑکے چلنے کے لئے تیار ہوئے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا۔ کہ کتے بڑا شور کر رہے تھے۔ اولاً ان کو رہا کیا۔ پھر جہاں جہاں سے بھی ممکن ہو سکا۔ بارود کے پیپے نکالے سیسہ البتہ کم مل سکا۔ کیونکہ قریب قریب سب پھینک دیا تھا۔ کل جہاز کی توپیں اُکھیڑ کر پھینک دی گئی تھیں۔ صرف تین توپیں چھوٹی چھوٹی رہ گئی تھیں۔ جن کو ہم نے

اکھیڑ کر لے جانے کے لئے رکھا۔ کُتے پہلے ہی سمندر میں کود کر کنارے پہنچ چکے تھے۔
صرف کُتیا اپنے چھوٹے بچّوں کے ساتھ رہ گئی تھی + میم صاحبہ نے مجھ کو کنارے
پر بلایا۔ اور مجھ کو رائے دی۔ کہ پیپوں کو جوڑ کر بانسوں سے باندھ لیا جائے۔ اور اس
طرح سے ایک کشتی سی بنالی جائے۔ اور اس طرح پر ایک کشتی کی بجائے دو کشتیاں
ہو جائیں گی جس سے سامان جہاز پر سے جلدی پہنچ سکے گا +
یہ رائے مجھ کو پسند آئی۔ اور فوراً ہی ایک ایسی کشتی تیار کر لی گئی۔ اور اسے لے کر
جہاز پر روانہ ہوئے۔ جہاز پر پہنچ کر ہم نے کُتیا کو مع اس کے بچوں کے کشتی میں رکھا۔
اور مختلف سامان بھی رکھا۔ اس دفعہ ایک کمرے میں کچھ کبوتر ملے۔ ان میں بہت
سے مرے ہوئے۔ لیکن کچھ زندہ تھے۔ ان کو بھی لیا۔ اور کنارے پر لائے + غرض
شام تک ہم نے بہت سے پھیرے کئے۔ اور بہت سا سامان لائے۔ صرف بادبان
اُتارنے میں ذرا دقت ہوتی تھی۔ جس پر سے محمد گرتے گرتے بچے + کنارے پر ایک
طومار اسباب کا پڑا تھا۔ ہم رے تو آ رہے تھے۔ مگر رکھنے کی جگہ مطلق ٹھیک نہ تھی۔
شام کو مغرب کی نماز کے بعد اپنے پیڑ کے گھر پر آرام کیا۔ بھیڑیں۔ گدھے پیڑوں
کی جڑوں سے باندھ دیئے گئے۔ مرغیوں۔ بطوں اور کبوتروں کو ڈلیوں کھانچیوں
میں بند کر کے پیڑ پر ٹانگ دیا تھا + گدھوں۔ بھیڑوں کی حفاظت کے لئے جو اسباب
تھا۔ اس کو ان کے اردگرد رکھ کر احاطہ سا بنا دیا۔ اور کُتوں کو رکھوالی پر چھوڑا۔ اس
کے بعد ہم لوگ سونے کے لئے اوپر چڑھ گئے۔ سب لوگ شکر خدا کر رہے تھے۔
کہ کس طرح ہم لوگ بچ گئے۔ اور اب اس آرام ہیں۔ سب کی رائے سے اس مکان
کا نام شجر محل تجویز ہوا۔ چونکہ ہم تھکے ہوئے تھے۔ نیند غالب آئی۔ اور ہم سو گئے +

کوئی رات کے دو بجے ہوں گے۔ تارے صاف چمک رہے تھے۔ کہ کتوں نے شور و غل کرنا شروع کیا۔ اور تھوڑی ہی دیر میں وہ قریب ہی ایک سمت کو دوڑے۔ اور وہاں سے ایسی آوازیں آئیں۔ جیسے کسی جانور سے لڑ رہے ہوں۔ تھوڑی ہی دیر بعد کتے لوٹ آئے۔ ہم سب جاگ اُٹھے تھے۔ اور قدرے پریشان تھے۔ کہ یہ کیا بلا ہے۔ جوں توں کر کے صبح ہوئی۔ سب نے نماز ادا کی۔ اس وقت میں نے کتوں کے منہ میں خون لگا دیکھا۔ جس سے تشویش اور بڑھی۔ آخر کار جس طرف رات کو کتے دوڑے تھے۔ اس طرف اندازاً ہم لوگ گئے۔ بعد تھوڑی جستجو کے بختیار نے مجھ سے کہا۔ کہ یہ جانوروں کے پنجوں کے نشان کہاں سے آئے۔ دیکھنے سے صاف معلوم ہوا۔ کہ بکری کے کھُروں کے نشان تھے۔ اور جن سے یہ معلوم ہوا۔ کہ اس جگہ بکریاں بھی جنگل میں رہتی ہیں۔ یہ خبر شجر محل میں بھی پہنچائی گئی۔ جس سے سب کو بہت خوشی ہوئی۔ اس کے بعد ہی میں نے جہاز کے کئی ایک پھیرے کئے۔ جہاں سے مجھ کو نہایت ہی کارآمد چیزیں دستیاب ہوئیں۔ کپتان کے کمرے میں سے کاغذوں کا ایک بکس اور بہت سی پنسلیں اور قلم دوات ملی۔

۶

ہم کو اب تشویش اس کی تھی۔ کہ یہ سامان جو ہم لا رہے تھے۔ کہاں رکھا جائے۔ کُل اسباب انبار کی صورت میں شجر محل کے نیچے رکھا ہوا تھا۔ چنانچہ یہی خیال کر کے میں نے اور محمد نے گدھوں کو لے کر بانس کے درختوں کی طرف راہ لی۔ وہاں سے ہم پھر بانس کاٹ کاٹ کر لائے۔ اور کوئی دو تین ہی گھنٹے

ہیں انبار کے انبار لگا دیئے + اسی اثنا میں لڑکے بھیڑوں کو چرانے ادھر ادھر چلے گئے۔ کتے بھی اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ جب لڑکے شجر محل واپس آ گئے۔ تو اپنے ساتھ ایک مری ہوئی بندریا اور چھوٹا سا بچہ بندر کا لائے۔ مجھ کو یہ بات بری معلوم ہوئی۔ لیکن جب لڑکوں نے کہا۔ کہ بندریا کو کتے نے پکڑ لیا۔ اور مار ڈالا۔ اور اس کا بچہ ہم نے بچا لیا۔ تو میں خاموش ہو رہا + یہ بچہ ہمارے ساتھ کئی برس رہا۔ اور اس کا لڑکوں نے "دیو قان" نام رکھا تھا + میں نے اور محمد نے اس روز ناشتہ تک نہیں کیا تھا۔ اور محنت کی وجہ سے اور بھی تھک گئے تھے۔ کھانا تیار تھا۔ اور ہم لوگ بھوکے بھی تھے۔ جو کی روٹیاں اور خشک کیا ہوا گوشت ہم نے سیر ہو کر کھایا۔ اور اس کے بعد آرام کرنے لیٹ گئے + جب آرام کر کے اٹھے۔ تو میم صاحبہ کی لڑکی فلورا بڑی بڑی سیپیاں اور گھونگھے لائی۔ سیپیاں اس قدر بڑی بڑی تھیں۔ کہ تشتریوں کے کام میں لائی جا سکتی تھیں۔ میں نے بہت ہی پسند کیں۔ کیونکہ ہمارے پاس صرف دو تین ہی برتن تھے +

اس کے بعد میں نے اور محمد نے بانس کی کوٹھریاں اور اصطبل وغیرہ بنانے شروع کئے۔ اور شام تک ہم نے گودام اور اصطبل تیار کر لئے + یہ مکان بھدے بھدے تھے۔ مگر گزارے کے لئے کافی تھے + ان میں دروازے بھی بانسوں کے لگائے گئے تھے + یہ گودام اور اصطبل اسی بانس کی چوڑی تیلیوں سے چھائے ہوئے تھے۔ الغرض ان کو کافی طور سے مستحکم بنا لیا گیا تھا + شجر محل میں بھی چند ضروری ترمیمات کی گئی تھیں۔ اور اب اس کو نہایت ہی عمدگی سے چاروں طرف سے بانسوں سے گھیر دیا گیا تھا۔ اور علاوہ ایک دروازے کے دو کھڑکیاں بھی

رکھی گئی تھیں۔ اور اس کے اوپر ہم نے اپنا جھنڈا لگا دیا تھا جس سے اس کی شان دوبالا ہو گئی تھی + کل سامان قرینے سے گوداموں میں رکھا گیا۔ اور اب ہم کو قدرے اطمینان ہوا۔ لیکن اب ہم کو یہ فکر تھی۔ کہ نمک ختم ہو جائے گا۔ تو کیا کریں گے۔ نیز مجھ کو اس کی بھی ضرورت تھی۔ کہ غذا کی قسم کی کوئی چیز ملے۔ کیونکہ میں یہ نہیں چاہتا تھا۔ کہ غلہ خرچ کروں۔ گو وہ کافی تھا۔ مگر مجھ کو خیال تھا۔ کہ اس کو کاشت کرنے کے لئے رکھ لوں + پانی کی بھی ہم کو بہت فکر تھی۔ گو جہاز پر کافی پانی پینے کا تھا۔ تاہم ہم اس کو قصر محل میں نہ لائے تھے۔ حسب ضرورت پانی لے آئے تھے۔ اس لئے ہم کو ایک ایسے چشمے کی تلاش تھی۔ جہاں سے پانی لا سکیں + فی الحال تو ہم کو کچھ اطمینان تھا۔ مگر ان ضروریات کا خیال ضرور تھا +

۷

دوسرے روز کے لئے ہم نے ارادہ کیا۔ کہ جس زمین پر ہم تھے۔ اس کی کچھ سیر کریں۔ کہ کیا کیا چیزیں ہیں + صبح تڑکے ہی ہم لوگ اُٹھے + بعد نماز ادا کرنے اور ناشتہ وغیرہ کے سیر کے ارادے سے چلنے کو تیار ہوئے + کافی مقدار میں پینے کا پانی لیا۔ کچھ خشک گوشت اور نمک اور سوکھے بسکٹ لئے۔ اور اپنا شکاری تھیلا لیا جس میں علاوہ ضروری سامان کے دوربینیں وغیرہ تھیں + دونوں کُتوں کو بھی ساتھ لیا۔ اور کُتیا کو اس کے بچّوں کی وجہ سے چھوڑ دیا + ہم لوگ ہر چیز کو بغور ملاحظہ کرتے جاتے۔ پیڑوں کو غور سے دیکھتے جاتے تھے۔ جو ہمارے یہاں کے پیڑوں سے بالکل مختلف تھے +

ہم لوگ میل ڈیڑھ میل چلے گئے۔ اور بعد اس کے ہم نے ایک ٹیلہ پار کیا۔

تو دکھائی دینا بھی دشوار تھا۔ سب نے ارادہ ظاہر کیا۔ کہ ان کے شکار کو ضرور چلنا چاہئے۔ خواہ کتنی ہی پریشانی ہو۔ ہم سب لوگ بہت خوش ہوئے۔ اور کتوں کو باندھ لیا۔ تاکہ وہ آگے آگے بھاگتے نہ چلے جائیں۔ اور بکریوں کو بھگا نہ دیں۔ ہم لوگ تھوڑی دور تک چلے گئے۔ پھر میں نے محمد کو داہنی جانب بھیجا۔ اور میں بائیں جانب کو چلا۔ احمد اور جمال کو میں نے اپنے ساتھ لیا۔ اور بختیار اور کمال محمد کے ساتھ گئے کچھ دور تک اُدھر چلے گئے۔ بعدازاں جوں جوں قریب ہوتے جاتے تھے۔ پیڑوں اور پتوں کی آڑ پکڑتے جاتے تھے۔ اسی طرح اٹھتے بیٹھتے ہم بکریوں سے سَو گز کے قریب پہنچ گئے۔ محمد دور مجھ سے ذرا بغل میں تھے۔

میں نے خاموشی سے محمد کو رومال کا اشارہ کیا۔ اور ان کو تیار پاکر موقع دیکھ کر میں نے ایک بکرے کے اوپر فیر کیا۔ جو بڑا زبردست تھا۔ لیکن فیر خالی گیا۔ اور سب بکرے بکریاں بھاگ کھڑے ہوئے۔ ادھر سے محمد نے فیر کیا۔ مگر وہ بھی خالی گیا۔ کل پچیس یا تیس بکریاں تھیں۔ اور قریب آدھی کے بھاگ گئیں۔ باقی گھبراہٹ میں ادھر میری طرف لوٹی ہی تھیں۔ کہ جمال نے ایک فیر کیا جس سے ایک بکری زخمی ہوکر گر پڑی۔ لیکن فوراً اُٹھ کر بھاگی۔ اس کے ساتھ تین بچے بھی تھے۔ اور وہ بھی بھاگے۔ ہم نے فوراً کتوں کو چھوڑ دیا۔ اور خود بھی تعاقب کیا۔ کوئی فرلانگ بھر جاکر کتوں نے بکری کو دبوچ لیا۔ ہم لوگ فوراً اس جگہ پہنچے۔ اور بکری کو کتوں کی گرفت سے چھڑایا۔ بکری کی پچھلی ٹانگ میں تین چھرے لگے تھے۔ ایک کتے نے زخمی ٹانگ پکڑ لی تھی۔ اور دوسرے نے اوپر سے گردن پکڑی تھی۔ بکری کو جب کتوں سے چھڑایا۔ تو وہ بڑا ہی زور کر رہی تھی۔ اس کی گردن اور ٹانگ سے خون بہہ رہا

تھا لیکن برابر زور کئے جاتی تھی۔ اس کے بچے تھوڑے فاصلے پر کھڑے وحشیوں کی طرح چلاّ رہے تھے۔ میں نے اور محمد نے بکری کو کتوں کی زنجیروں سے جکڑا۔ اور گھسیٹ کر ایک درخت سے باندھ دیا۔

اب ہمارا یہ منشا تھا۔ کہ بچوں کو پکڑیں۔ کتوں کو پہلے ہی قبضے میں کر لیا تھا۔ ورنہ وہ ضرور بچوں کو بھگا دیتے۔ بکری کے قریب سے ہم ذرا ہٹ آئے۔ بچے ہم سے دور ہی دور رہتے تھے۔ تھوڑی دیر میں وہ اپنی ماں کے پاس پہنچے۔ لیکن جونہی ہم لوگ ذرا آگے بڑھتے۔ وہ بھاگ جاتے تھے۔ بچے گو ایسے بڑے نہ تھے۔ تاہم اندیشہ تھا۔ کہ وہ جنگل میں بھاگ کر چھپ نہ جائیں۔ اس وجہ سے ہم ان کا پیچھا کرنا مناسب نہ سمجھتے۔ کوئی آدھ گھنٹے یا گھنٹہ بھر کی خاموش کوشش کے بعد ہم نے تینوں بچوں کو گرفتار کر لیا۔ ان میں دو بکریاں تھیں۔ اور ایک بکرا تھا۔ پھر ان تینوں کو ایک رسی میں باندھا۔ ان میں وحشت بہت تھی۔ لیکن تھوڑی دیر میں ان کا ڈر کم ہو گیا۔ جب اس طرح ہم کام یاب ہو گئے۔ تو کھانا کھایا۔ اور ظہر کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد ہم لوگوں نے شجر محل کا عزم کیا۔ لیکن بکری اور اس کے بچوں نے اتنا حیران و پریشان کیا۔ کہ ہم لوگوں کو ان کے لے جانے میں کشتی لڑنی پڑتی تھی۔ بکری کو بالکل گھسیٹنا پڑا۔ اور وہ کودتی پھاندتی جاتی تھی۔ غرض اس دشواری میں ہم چلے جا رہے تھے۔ راستا بہت خراب تھا۔ کچھ دور جانے کے بعد کچھ ترائی سی معلوم ہوئی۔ اس کے بعد جب ہم آگے چلے۔ تو ایک قسم کی چھوٹی چھوٹی کوئی ہاتھ بھر اونچی خودرَو گھاس ملی۔ یہ دور تک پھیلی گئی تھی۔ اور بعض جگہ خشک ہو گئی تھی۔ اور بعض جگہ سبز تھی۔ بکری برابر زور کر رہی تھی۔ اور ہم لوگوں کو اس کے ساتھ اسی طرح زور کرکے چلنا پڑتا تھا۔ زمین اکثر جگہ نرم ہوتی تھی۔ اور گھد گھد جاتی تھی۔ یہاں بھی کچھ

زمین کھد گئی۔ اور پودے بھی دو ایک مسل گئے۔ ان کی جڑوں میں آلو کی قسم کی گانٹھیں لگی تھیں۔ ہم لوگوں نے دو ایک اٹھا کر دیکھیں۔ تو بالکل آلو سے مشابہ تھیں۔ چنانچہ مجھ کو بھی یہی شبہ ہوا۔ کہ یہ کسی قسم کے آلو ہیں۔ چنانچہ دو تین میں نے رکھ لئے۔ اور پھر ہم اسی طرح آگے چل دیئے +

دو ڈھائی گھنٹے کی مسافت کے بعد ہم شجر محل پہنچے۔ ہماری خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ سب نے گرم جوشی سے استقبال کیا۔ سب نے ہماری کامیابی پر مسرت ظاہر کی۔ اور بچوں کی خوشی کی تو کوئی حد ہی نہ رہی + میں نے اس دن بکری کو کچھ بھی کھانے کو نہ دیا۔ لیکن اس کے زخموں کی مرہم پٹی کافی طور سے کر دی۔ اس کی ٹانگ کی چوٹ ذرا زیادہ سخت تھی۔ مگر گردن کی ایسی شدید نہ تھی۔ بکری کو میں نے علیحدہ باندھا۔ اور بچوں کو علیحدہ + دن تھوڑا رہ گیا تھا۔ ضروریات میں صرف ہوا۔ رات کا کھانا وغیرہ کھایا۔ بکری کے بچے جب تک ہم سو نہ گئے برابر چلّایا کئے۔ ہم لوگ شجر محل پر آرام کے لئے چلے گئے۔ دیوقان کو بھی ایک کونے میں باندھ دیا گیا۔ جہاں رات بھر انہوں نے اُوں۔ اُوں کر کے کان کھا لئے +

میم صاحبہ کو وہ آلو نما پھل دکھایا۔ انہوں نے کہا۔ کہ میں نے ایک فرانسیسی کتاب میں ایک اسی قسم کے پھل کی بابت پڑھا ہے۔ اور میری دانست میں وہی ہے۔ غرض جب میں نے پتوں وغیرہ کا پتہ دیا۔ تو ان کو یقین ہو گیا۔ کہ یہ وہی پھل ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا۔ کہ اس کی روٹی بھی پکائی جاتی ہے۔ اور بہت عمدہ ہوتی ہے۔ اور ترکاری کے کام میں بھی آتا ہے + دوسرا پھل جو ہم کو بندروں کی وجہ سے ملا تھا۔ وہ بھی دکھایا۔ اس کی بابت انہوں نے کہا۔ کہ یہ بھی جس طریقے سے چاہو استعمال کر سکتے ہو۔ مگر

بتایا۔ کہ یہ پھل یا تو روکھا کھایا جاسکتا ہے۔ یا اس کو خشک کر کے اور پیس کر بسکٹ وغیرہ بن سکتے ہیں۔ مگر یہ جب تک بالکل ٹھنڈا نہ ہو جائے۔ کھانے کے قابل نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس میں پکنے سے ایک قسم کی کڑواہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جب تک ٹھنڈا نہ ہو جائے۔ نہیں جاتی + ان عیسائی خاتون کی وجہ سے ہم کو بہت مدد ملتی تھی۔ یہ علم نباتات میں بہت ماہر اور اس فن پر سیکڑوں کتابوں کی مصنفہ تھیں +

۸

دوسرے روز بعد فراغت ضروریات اور نماز ہم نے جہاز پر جانے کا ارادہ کیا میں اور انور لڑکوں کو لے کر جہاز پر روانہ ہوئے۔ پہلی کھیپ میں ہم وہاں سے جتنا بھی بڑھئی اور لُہار کے کام کا سامان تھا۔ لے آئے۔ وہاں ٹوٹی ہوئی توپوں کے تین پہیے پڑے تھے۔ دوسری دفعہ ہم نے ان کو بھی رکھ لیا۔ تین پتھر کی چکیاں تھیں۔ جن کو پاکر ہم نہایت ہی خوش ہوئے۔ کیونکہ بغیر ان کے ہمارا گزارا دشوار تھا + اور بہت سی چیزیں دستیاب ہوئیں۔ چنانچہ ان میں اور چیزوں کے علاوہ ایک جنتری بھی تھی۔ جو آیندہ چار سالوں تک کام آسکتی تھی + غرض اس طرح جہاں تک ہم سے ہوسکا۔ ہم نے اپنے جہاز کو خوب ہی لوٹا۔ اور شجر محل کو آباد کیا +

اسی دن بعد دوپہر کُل چھوٹے بڑے مچھلی کے شکار کو قریب ہی ایک ٹیلے پر گئے۔ جس پر سے کہ فلورا نے مچھلی پکڑی تھی + اور شام تک بہت عمدہ شکار رہا۔ مصطفٰے اور رابرٹ نے اس روز بھی حسب معمول بہت شرارتیں کیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھی۔ کہ رابرٹ نے مصطفٰے کو سمندر میں دھکیل ہی دیا ہوتا۔ اگر وہ اتفاقاً بچ نہ جاتا۔ یہ دونوں حد سے زیادہ شریر ہو گئے تھے۔ مرغیوں اور بطوں کا ایک انڈا

بھی نہ چھوڑتے تھے + رابرٹ اور مصطفےٰ کو کنارے سے ہٹایا گیا۔ تو وہ اُوڑ ایک طرف چپکے سے چل دیئے۔ تھوڑی دیر بعد میں نے کیا دیکھا۔ کہ یہ دونوں زندہ گھونگوں کو بھون بھون کر کھا رہے تھے۔ میں نے دیکھ لیا۔ اور مصطفےٰ کی خوب مرمت کی۔ رابرٹ کے مذہب میں یعنی عیسائیوں میں اس کا کھانا منع نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے اس کو کچھ نہ کہا۔ لیکن اس کی ماں نے اس کو بھی خوب مارا +

شام تک ہم نے شکار کھیلا۔ اور قریب بیس پچیس سیر سے زیادہ ہی مچھلی لائے + جمال نے ایک مچھلی آخر میں پکڑی۔ اس کے گلپھڑوں میں دانتوں کی سی قطار لگی ہوئی تھی۔ اور جب اس کے جبڑے میں لکڑی رکھی جاتی تھی۔ تو وہ زور سے دباتی تھی + ہم نے مصطو اور رابرٹ دونوں کو منع کر دیا۔ کہ اس کو نہ چھونا۔ رابرٹ تو مان گیا۔ مگر مصطو اپنی انگلی میں وہی چھوٹی مچھلی لٹکائے ہوئے نہایت ہی شور غل مچاتے ہوئے ہم لوگوں کی مدد کے واسطے آئے۔ بہ مشکل تمام مچھلی ان کی انگلی سے چھڑائی گئی + مچھلی نے انگلی کو بڑے زور سے دبایا تھا۔ اور اس سے بہت سا خون بھی نکلا۔ اور جب ان سے پوچھا گیا۔ کہ اب آیندہ مچھلی کو چھوؤ گے۔ تو نہایت ہی سنجیدگی سے آیندہ مچھلی نہ چھونے کا اقرار کیا۔ اور علاوہ اقرار کے بطور حفظ ما تقدم کوئی مچھلی بھی پکنے پر نہ کھائی۔ کہ مبادا ان میں سے کوئی کاٹ کھائے +

بکری اور اس کے بچوں کو میں نے نہ تو پانی دلوایا تھا۔ اور نہ دانہ ہی دلوایا۔ تاکہ خوب ہل جائیں۔ اور بھوک کی نقاہت کچھ وحشت کم کر دے۔ دیوقان تو بالکل مانوس تھے اور جو کچھ بھی نذر کیا جاتا تھا۔ بہ خوشی قبول کر لیتے + کتیا اور اس کے بچوں کی بہت حفاظت کرنی پڑتی تھی۔ اس کو ایک ٹوٹے ہوئے صندوق کے اندر گدھوں والے

اصطبل میں جگہ دی گئی تھی۔ بھیڑیں اور گدھے خود چر لیتے تھے۔ مرغیاں بطیں وغیرہ بھی کھول دی جاتی تھیں۔ کبوتر بھی علاوہ ان کے جو لڑکے جہاز پر سے لائے تھے۔ کھول دیئے جاتے تھے۔ لڑکے آٹھ سات کبوتر جہاز پر سے لائے تھے۔ جو کہ کپتان جہاز کی ملکیت تھے۔ جب میں کنارے پر آیا۔ تو اپنے کبوتر اپنے ساتھ لایا تھا۔

۹

دوسرے روز صبح بعد ادائے فرائض میں نے بکری کو دیکھا۔ اس کے زخم تو اچھے تھے۔ مگر وحشت کا کچھ ٹھکانا نہ تھا۔ میں نے اس کے زخموں پر مکھن کے پھاہے باندھے۔ بھوک بلا ہوتی ہے۔ جب میں نے بکری کو کچھ تھوڑا سا دانہ اور پانی دکھایا۔ تو اس کی وحشت بالکل کم ہو گئی۔ حتیٰ کہ اس کو اپنے ہاتھ کے چلّو میں لے کر پانی پلایا۔ اور دانہ بھی اپنی مٹھی میں کھلایا۔ اس کے بعد میں بچوں کو کھول کر بکری کے پاس لایا۔ اور ان کو اپنے ہاتھ میں پکڑ کے دودھ پلاتا رہا۔ اور اس کے بعد میں نے ان کو وہیں باندھ دیا۔ تھوڑا سا گھاس پھوس اور پتے میں نے اپنے ہاتھ سے کھلائے۔ اور اس کے بعد بکری کے آگے ڈال دیئے۔ بچوں کو میں نے ہدایت کر دی۔ کہ وہ بکری کے پاس نہ جائیں۔ بھیڑیں بھی بکری کے پاس باندھ دی گئیں۔ تاکہ بکری ان سے مانوس ہو جائے۔ اس سے فارغ ہو کر میں نے ارادہ کیا۔ کہ انور کو مع لڑکوں کے جہاز پر لے جاؤں۔ اور کچھ ضروری چیزیں لاؤں۔ چنانچہ میں انور اور لڑکوں کو ساتھ لے کر ادھر روانہ ہوا۔ جدھر ناؤ بندھی تھی۔

کنارے پر پہنچ کر جو نظارہ دیکھا۔ تو حواس جاتے رہے۔ ناؤ کنارے پر سے

ہٹ کر اندر پانی میں پہنچی ہوئی تھی۔ اور مصطفوٰ اور رابرٹ ناؤ کھول کر کشتی پر بیٹھ گئے تھے۔ سمندر میں ہوا کی وجہ سے کشتی بارہ یا پندرہ گز سے بھی زیادہ آگے چلی گئی تھی۔ اور سرعت کے ساتھ بڑھ رہی تھی۔ دونوں بچے خاموش تھے۔ اور چپکے ناؤ پر کھڑے تھے۔ میں نے فوراً ہی کپڑے اتارے۔ جوتا پھینکا۔ اور سمندر میں کودنے کو تھا۔ کہ انور نے میرا ہاتھ پکڑ کر روک لیا + سبب یہ تھا۔ کہ جہاں میں کود رہا تھا۔ اس سے کچھ ہی آگے ایک شارک میرے استقبال کے لئے موجود تھی (یہ خاص کر آدمی کے لئے بڑی خطرناک ہوتی ہے) میں اب سخت پریشان ہو گیا تھا۔ نہ راہ رفتن نہ جائے ماندن کا مضمون صادق آ رہا تھا۔ ادھر ناؤ دور جا رہی تھی۔ اور ادھر مچھلی کی وجہ سے میں کشتی تک جانے سے معذور + اتنے میں سب لوگ موقع پر آ گئے تھے۔ اور نہایت ہی پریشانی میں تھے۔ سوائے اس کے اور کیا کرتے۔ کہ بڑے بڑے پتھر اور کنکر مچھلی کو بھگانے کے واسطے پانی میں پھینکے۔ اور بہت سے پتھر کشتی کے قریب بھی پھینکے جس سے کشتی کی رفتار میں کافی رکاوٹ پیدا ہو گئی۔ یہاں اب ایک مچھلی کے بجائے کئی ایک خوفناک مچھلیاں دکھائی دیں۔ پتھر سب لوگ برابر پھینک رہے تھے۔ اور جتنا بھی شور کر سکتے تھے۔ کر رہے تھے۔ میں بہت ہی پریشان ہو رہا تھا +

آخر کار خدا کا نام لے کر میں پانی میں کود ہی پڑا۔ سب لوگ کنارے پر سے برابر شور کرتے اور پتھر پھینکتے رہے + میں بہت ہی جلد کشتی پر پہنچ گیا۔ اور ایک خوشی کا نعرہ کنارے پر سے بلند ہوا + کشتی پر میں نے دیکھا۔ تو پتوار ندارد۔ صرف ایک پتوار ملا + بچے نہایت ہی خوف زدہ ہو رہے تھے۔ غرض اس پتوار سے میں ناؤ کو

کنارے پر لایا۔ سب نے بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا۔ اور سب خوش ہوئے۔ دونوں بچے بالکل خاموش تھے۔ سب نے بچوں کو پیار کیا۔ دونوں میں سے کسی کو بھی سزا نہیں ملی۔ کیونکہ یہ معاملہ ہی کچھ ایسا نازک تھا + اس واقعہ سے ہم کو بچوں کی طرف سے نہایت خطرہ پیدا ہوگیا تھا۔ اور آیندہ کے واسطے اس سے زیادہ حفاظت کی ضرورت محسوس ہوئی تھی +

اس واقعہ کے کوئی گھنٹہ بھر بعد میں انور کو اور لڑکوں کو ساتھ لے کر جہاز پر گیا بہت سی کام کی چیزیں ملیں جن میں کچھ رسیاں بھی تھیں۔ کچھ زنجیریں بھی ملیں۔ اس دفعہ میں نے دھوپ گھڑی جو جہاز میں لگی تھی۔ اُکھیڑ لی۔ اس کے علاوہ دوسرے پھیرے میں میں اپنے ساتھ ہتھوڑی۔ بسولا وغیرہ لایا۔ اور جن جن کمروں یا کوٹھڑیوں میں دروازے تھے۔ ان سب کو کواڑوں سے محروم کیا + کل سات جوڑی کواڑ مل سکے۔ باقی کمروں میں کواڑ وغیرہ بالکل نہ تھے۔ ان چیزوں کو بھی شجر محل پہنچایا گیا۔ شجر محل پہنچ کر معلوم ہوا کہ مصطفےٰ باوجود اتنی احتیاط کے بکری کے پاس چلے گئے تھے۔ اور اس بکری نے اس شریر کے سینے میں ایک ٹکر لگائی۔ اور قمیص کو مُنھ سے کھینچ کر پھاڑ ڈالا + ایک تو ٹکر کی چوٹ آئی۔ دوسرے گر بھی پڑے + مجھ کو غصہ بھی آیا۔ اور ہنسی بھی آتی۔ کہ یہ لڑکے تو وبال جان ہوگئے + ان کی مزاج پرسی کے بعد میں جہاز پر واپس گیا۔ اور اس دفعہ اس قصد سے گیا۔ کہ پانی کی ٹنکی شجر محل پہنچائی جائے۔ پانی اس میں اب بھی بھرا تھا۔ اور میں اس کو پھینکنا نہیں چاہتا تھا۔ کیونکہ اس صورت میں کسی چشمے سے پانی لانا پڑتا۔ اور یہ کام دشوار معلوم ہوتا تھا۔ بہ دقت تمام اس کو جہاز کے تختوں میں سے جن میں یہ جڑی ہوئی تھی۔ اکھیڑا۔ اور گھنٹہ بھر کی متواتر محنت کے بعد اس کو جہاز کے کنارے کھینچ کر لاتے۔

لیکن اب اس کا یہاں سے اُٹھانا دشوار تھا۔ آگے تختہ تھا۔ اس کو اول آری سے کاٹا تب جا کر کہیں سب کی متحدہ کوشش سے کشتی میں رسّے کے ذریعے سے اُتاری گئی۔ ٹنگی کنارے پر لائی گئی۔ اور بڑی دقت سے کنارے سے تھوڑی دور ایک محفوظ جگہ گھسیٹ کر رکھ دی +

دوپہر کا وقت تھا۔ کھانا سیر ہو کر کھایا۔ اور تھوڑی دیر آرام کیا۔ دوپہر ڈھلنے کے بعد میں انور کو اور لڑکوں کو لے کر شکار کو چلا۔ اور محمد کو شجر محل کی حفاظت کے لئے چھوڑا +

۱۰

ہم لوگ کوئی ڈیڑھ میل گئے ہوں گے۔ کہ ہم کو ایک چشمہ ملا جس کے کنارے پر بڑی بڑی گھاس تھی۔ اور کچھ آبی جانور بھی تیر رہے تھے۔ کہ یکایک مجھے گھاس میں بطیں نظر پڑیں۔ میں نے فوراً لڑکوں کو اشارے سے دکھائیں۔ اور حسب موقع سب نے فیر کیا۔ ان فیروں میں ہم کو پانچ بطیں ملیں۔ اور باقی اُڑ گئیں + اس کے بعد ہم لوگ آگے بڑھے جہاں بڑی بڑی گھاس حائل تھی۔ میں نے اس گھاس کو بغور دیکھا۔ تو مجھ سن کی قسم سے معلوم ہوئی + اس کے بعد میری نظر سامنے ایک چھوٹے جانور پر پڑی جو نہایت خوش رنگ تھا۔ اور اپنی چھوٹی سی چونچ سے اس گھاس کے اوپر کا چھلکا غالباً اپنے گھونسلے کے لئے اُتار رہا تھا + مجھ کو اب یقین کامل ہو گیا۔ کیونکہ چھلکا ایسا تھا۔ کہ اس کی رسّی کافی عمدگی سے بٹی جا سکتی تھی۔ میں اس کو دیکھ کر دل میں بہت ہی خوش ہوا۔ اور تھوڑی سی بطور نمونہ اپنے شکاری جھولے میں رکھ لی اور اس گھاس سے علیحدہ ہٹ کر آگے چلا +

آگے پہنچ کر میں ایک وسیع میدان میں داخل ہوا۔ اس جگہ کوئی روئیدگی نہ تھی۔ اور نہ کوئی جانور ہی نظر آتا تھا۔ اس کی مٹی سفیدی مائل تھی۔ میں نے محض شبہ میں ذرا سی اُٹھا کر چکھی۔ تو وہ بالکل ہی نمکین۔ مگر کرکری تھی۔ میں نے فوراً ہی تھوڑی سی اُٹھا کر رکھ لی۔ اتنے میں احمد نے جو میدان کو دوربین سے بہ غور دیکھ رہا تھا مجھ کو بڑے تعجب سے مخاطب کیا۔ اور کہا۔ کہ دیکھو وہ آدمی جا رہے ہیں۔ یہ سننا تھا۔ کہ میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ اور میں گھبرا گیا۔ میں نے جانا۔ کہ یہ مقام آدم خوروں کی بستی ہوگا۔ ایک لمحہ میں طرح طرح کے خیالات میرے دماغ میں آکر نکل گئے۔ میں نے بھی اپنی دوربین سے دیکھا۔ تو مجھ کو بڑی دور تک ایک چھوٹی سی چیز متحرک نظر آئی۔ جو بہ نسبت موٹے ہونے لمبی زیادہ تھی۔ میں نے دل میں کہا۔ کہ الٰہی یہ کیا چیز ہو سکتی ہے۔ کوئی پندرہ منٹ تک میں برابر دیکھتا رہا۔ لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ انور نے مجھ سے کہا۔ کہ یہ تو اونٹ معلوم ہوتا ہے۔ میں نے بھی یہی خیال کیا۔ مگر تھوڑی دیر بعد میری سمجھ میں آیا۔ کہ اونٹ تو نہیں۔ مگر شتر مرغ ممکن ہے۔ ہماری نظریں برابر اُسی جگہ گڑی ہوئی تھیں۔ ذرا سی دیر میں اُسی جگہ دو ایک اُور آ گئے۔ اور ان کے انداز سے بہت کچھ یقین ہو گیا۔ کہ ہوں نہ ہوں یہ شتر مرغ ہی ہیں۔ اور آدمی تو کسی صورت میں ہو ہی نہیں سکتے۔

غرض تھوڑی دیر بعد اس میدان کو چھوڑ کر آگے چلے۔ اور کسی قدر داہنے ہاتھ کا راستہ اختیار کیا۔ اور رفتہ رفتہ اس جگہ کو بالکل چھوڑ کر اب قطعی طور پر ایک نشیب کی زمین پر اُتر آئے۔ یہاں ایک قسم کی بہت سی گھاس اُگی ہوئی تھی۔ جو ڈلیاں بُننے کے کام آتی ہے۔ اور وہ ہمارے لئے بعد میں نہایت کارآمد ثابت ہوئی

ان ہی جھاڑیوں میں سے ہم نے دو خرگوش مارے۔ اور ہمیں تعجب ہوا۔ کہ خرگوش بھی یہاں موجود ہیں۔ عصر کی نماز کا وقت قریب تھا۔ چنانچہ وہیں ایک مناسب جگہ ادا کی۔ بعد فراغت نماز قصر محل کا راستہ اختیار کیا۔ مغرب سے پیشتر ہی ہم لوگ خوش خوش پہنچ گئے۔ مصطو اور رابرٹ استقبال کو آئے۔ اور بطور حفظ ماتقدم کہا۔ کہ ہم ان بطوں اور خرگوشوں کو نہ چھوئیں گے + جو جو چیزیں میں لایا تھا میم صاحبہ کو دکھائیں۔ انہوں نے مٹی کو دیکھا۔ اور چکھ کر بتایا۔ کہ اس میں آدھے سے زیادہ حصہ نمک کا ہے۔ جو گھاس میں لایا تھا۔ وہ میرے قیاس کے مطابق نکلی۔ میری بیوی نے بھی کہا۔ کہ یہ کپڑا بننے اور رسی بنانے کے واسطے نہایت کارآمد ہوگی۔ میں نے خدا کا لاکھ لاکھ شکریہ ادا کیا۔ جو ہم کو ایسی جگہ میں ہماری ضروریات مہیا کر رہا تھا۔ شتر مرغ کی بابت بھی میں نے تذکرہ کیا جس سے سب کو تعجب ہوا +

اب بکری کے زخم بالکل اچھے ہوگئے تھے۔ لیکن وہ ہمیشہ کے لئے لنگڑی ہوگئی تھی۔ بچے اس سے نہایت مانوس ہوگئے تھے۔ لیکن اس حالت میں بھی ہم ان سب کا ایک ساتھ چھوڑنا مناسب نہ جانتے تھے۔ اس دوران میں ہم کو بہت کافی موقع مل گیا تھا۔ اور ہم نے اپنی حالت میں نمایاں ترقی کر لی تھی + مرغیاں بطیں کبوتر سب انڈوں پر بٹھائے گئے تھے۔ کتیا کے پلے خاصے بڑے ہوگئے تھے۔ اس زمانے میں مصطو نے رابرٹ پر جلتا ہوا پانی پھینک دیا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کا بدن کئی جگہ سے جل گیا تھا۔ اور کئی دن سخت تکلیف رہی تھی + مچھلیاں بھی اس اثنا میں بہت پکڑ لی تھیں۔ اور علاوہ روزانہ استعمال میں لانے کے کچھ خشک بھی کر لی گئی تھیں + ایک خاص قسم کی مچھلی پکڑی جاتی تھی۔ جس کے بدن کے اوپر ایک

چربی کی تہ ہوتی تھی۔ اس سے ہم نے تھوڑی سی موم بتیاں بھی بنا لی تھیں۔ جو بوقت ضرورت کام آتی تھیں +

مچھلیاں کنارے پر اس کثرت سے تھیں۔ کہ ہم لوگ گھنٹہ بھر میں بیس اور کبھی پچیس پچیس بھی پکڑ لیا کرتے تھے۔ مجھ کو ایک یہ فکر تھی۔ کہ کسی طرح سے ایک چھوٹا سا تالاب کھود دیا جائے۔ اور جو مچھلیاں زندہ پکڑی جائیں۔ وہ اس میں منتقل کر دی کردی جائیں۔ تاکہ بوقت ضرورت زندہ اور تازہ دستیاب ہوسکیں + اسی درمیان میں ہم نے ایک بکرا بھی مارا تھا۔ اور اس کی کھال کے جوتے بنانے کی فکر میں تھے کیونکہ ہم کو ان کی بڑی ضرورت تھی + بکری کا دودھ بھی دوہا جاتا تھا۔ دیو قان صاحب بھی کافی ہوشیار ہوگئے تھے۔ لیکن مصطو اور رابرٹ سے ان کی خاص دشمنی تھی۔ کیونکہ اسی درمیان میں دو تین مرتبہ دونوں کے انھوں نے کاٹ لیا تھا۔ اور یہ دونوں ہمیشہ اس کو پریشان کیا کرتے تھے + کبوتروں کے لئے رہنے کو عمدہ مقام بنا دئے گئے تھے۔ مرغیاں زیادہ تر پیڑ ہی پر بسیرا لیتی تھیں۔ غرض ہم لوگ پہلے کی نسبت اب کافی اطمینان سے رہتے تھے +

۱۱

اسی طرح رہتے سہتے ہم کو کوئی چار مہینے گزر گئے۔ اور اس درمیان میں ہم سے جو کچھ بھی ہوسکا۔ جہاز پر سے لے آئے۔ اب صرف کوئی تکلیف تھی۔ تو وہ پانی کی تھی۔ کیونکہ پانی ایک چشمے سے لایا جاتا تھا۔ پانی لانے کے واسطے ہم کو گدھوں سے بہت مدد ملی + دو ایک بکریاں اور ماری تھیں جن کی کھال کی مشکیں بنالی تھیں۔ اور ان سے بہ آسانی گدھوں پر پانی لاد کر لایا جاتا تھا + کل جانوروں میں

تھوڑا بہت اضافہ ہوا تھا۔ خصوصاً مرغیاں تو اس وقت ہمارے پاس دُگنی سے بھی کچھ زائد تھیں۔ بطوں اور کبوتروں میں تھوڑا بہت اضافہ ہوا تھا۔ بھیڑوں نے دو بچے دیئے تھے۔ بکری روزانہ ڈھائی سیر دودھ دیتی تھی +

جاڑا اب آچلا تھا۔ اور ہم کو اب تکلیف ہوتی تھی۔ کیونکہ نہ تو ہماری رہنے کی جگہ مکانیت کے لحاظ سے ہم کو موسم سرما کی سردی اور ٹھنڈے ہوا کے جھونکوں سے بچا سکتی تھی۔ نہ ہمارے پاس ایسے کپڑے ہی تھے۔ جو اس موسم میں کسی طرح کارآمد ثابت ہوتے۔ بچوں کے واسطے البتہ میری بیوی نے اور میم صاحبہ نے سن کی مہین مہین ڈوریاں بنا کر بانس کی تیلیوں سے کپڑا بُنا تھا۔ اور اس کے اندر بھیڑوں کی اُون کتر کر رکھی تھی۔ وہ کپڑے بچوں کے واسطے سردی میں کارآمد ثابت ہوئے۔ اپنے شجر محل کے کمرے کو ہم چاروں طرف سے اچھی طرح بند کرتے۔ لیکن پھر بھی ہوا آتی تھی۔ اب یہ رائے ہو رہی تھی۔ کہ ایک کشادہ مکان زمین پر بنایا جائے۔ جو ہم کو موسم سرما کی تکلیف سے نجات دے +

۱۲

ایک روز صبح اُٹھ کر میں نے شکار کو جانے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ سوائے محمد اور انور کے ہم سب روانہ ہوگئے۔ میرے ساتھ صرف لڑکے ہی لڑکے تھے + کچھ تھوڑی ہی دور شمال کی جانب کنارے کنارے گئے تھے۔ کہ ایک خرگوش نظر پڑا + سامنے چند ٹیلے تھے جہاں گھاس بھی کہیں کہیں اُگی تھی۔ وہ خرگوش وہاں گھس گیا۔ ہم لوگ اس کی تلاش میں ادھر چلے۔ اور وہاں پہنچ کر جہاں شبہ تھا۔ کُندے سے جابجا مارنے لگے۔ سوراخوں میں اور گھاس میں بندوق کے کُندے سے اور بھالوں سے

ٹٹولتے جاتے تھے۔ بھالا جمال کے ہاتھ میں تھا سب میں آگے وہی تھا۔ اور ٹیلے کے اوپر کی طرف جہاں ڈھلوان جگہ تھی۔ وہاں کھڑا تھا۔ چنانچہ تلاش کرتے کرتے اس نے دیوار میں یونہی بھالا مارا۔ اس کا بھالا اس طرح اندر گھس گیا۔ جیسے کوئی چیز کھوکھلی ہو۔ اس نے مجھ کو دکھایا۔ جب میں نے بھالے کو اس سوراخ کے اندر چاروں طرف گھمانا چاہا۔ تو وہ نہایت آسانی سے گھوم گیا۔ میں بہت متعجب ہوا۔ جب بھالے کو نکالا۔ تو نکالتے کے ساتھ ہی بہت سی مٹی گری جس سے کافی بڑا سوراخ ہو گیا۔ اور اندر سے متعفن ہوا نکلی۔ میں نے سب کو وہاں سے ہٹا دیا۔ اور خود بھی الگ ہٹ گیا۔ کیونکہ اگر اس ہوا کا پورا اثر ہو جاتا۔ تو مر جانے کا اندیشہ تھا۔ میں نے لڑکوں سے بہت سی خشک گھاس اِدھر اُدھر سے منگوائی۔ اور جلا کر اندر پھینک دی۔ کہ ہوا صاف ہو جائے۔ تھوڑی دیر بعد میں نے اندر جھانکا۔ تو مجھ کو سوائے تاریکی اور دھوئیں کے کچھ نظر نہ آیا۔ میں نے تھوڑی مٹی اور اندر گرائی۔ اور احمد سے کہا۔ کہ فوراً جاؤ۔ انور کو بلا لاؤ۔ اور ان سے کہو۔ کہ پھاوڑا۔ کدال اور موم بتی وغیرہ لیتے آئیں۔ اس اثنا میں میں نے غار کا منہ اور بڑا کر لیا۔ کہ آدمی اندر جا سکے۔ اور میں اندر گیا بھی لیکن تاریکی کی وجہ سے اور کچھ زمین کے ناہموار ہونے سے آگے نہ چل سکا۔ تھوڑی بعد انور آ گئے۔ اور ہم دونوں نے مل کر دروازہ اور کافی بڑا کیا۔ اور دو موم بتیاں جلا کر اندر گھسے۔

زمین ناہموار تھی۔ کہیں بہت اونچی تھی۔ کہیں بہت نیچی تھی۔ ہم لوگ اُترتے چڑھتے چلے گئے۔ وسط میں پہنچ کر چاروں طرف دیکھا۔ اور اندازہ لگایا۔ تو یہ غار بیضاوی تھا۔ جدھر سے ہم لوگ داخل ہوئے تھے۔ اُدھر کی طرف زیادہ کشادہ

تھا۔ اور پھر رفتہ رفتہ اندر کی طرف کم ہوتا گیا تھا۔ غار کوئی پچیس فٹ لمبا تھا۔ یہ لمبائی جس دروازے سے ہم داخل ہوئے تھے۔ اس سے لے کر سامنے کی دیوار تک کی تھی۔ اور اس سے کچھ ہی کم چوڑائی تھی۔ جو کہ سامنے پہنچ کر بہت کم ہو گئی تھی۔ اونچائی بھی کوئی بارہ یا تیرہ فٹ سے زیادہ نہ تھی۔ کہیں اس سے زیادہ تھی۔ اور کہیں اس سے کم۔ ایک جگہ تو ایک تودہ نیچے کو لٹک رہا تھا۔ اور وسط سے داہنی جانب ایک ناہموار سا ستون چھت سے نیچے زمین میں آ کر مل گیا تھا۔ جب ہم دروازے سے داہنی جانب چلے۔ تو زمین کی سطح سے نیچا غار ملا۔ جو اس سے جہاں ہم کھڑے تھے۔ پانچ یا چھ فٹ نیچے تھا۔ یہ غار کوئی پندرہ فٹ لمبا اور آٹھ فٹ چوڑا تھا۔ جب اس طرح ہم کل غار کا معائنہ کر چکے۔ اور اسے اپنے آئندہ رہنے کے واسطے مناسب سمجھا۔ تو مرمت کرنے میں مصروف ہوئے پھاوڑے کھرپے لے کر زمین کو ہموار کرنا شروع کر دیا۔ جا بجا ناہموار زمین میں ٹیلے نمایاں تھے۔ ان کو وہاں سے کاٹ چھانٹ کر معدوم کیا۔ اوپر کو چار فٹ کی اونچائی پر دو روشن دان چھوڑے۔ غرض تھوڑی دیر ہم نے اس کی زمین ہموار کر دی۔ کوئی ایک ماہ کا عرصہ ہوا تھا۔ ہم کو انہی ٹیلوں کے پاس سے ایک قسم کا سیمنٹ (چونہ) ملا تھا۔ جو کوئی میل بھر سے زائد رقبے میں پھیلا ہوا تھا۔ اور ہم اس چیز کو جو یورپ میں قدر دانی کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ لیکن آج ہم کو اس کے استعمال کا موقع بھی آن پڑا۔

ہم نے ایک چشمے پر جا کر کھانا کھایا۔ جو بائیں ہاتھ پر کوئی دو ڈھائی فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ کھانا کھا کر واپس آئے۔ اور رانور سے مشک اور دوسرا گدھا منگوایا۔ اور ان دونوں گدھوں پر سیمنٹ لاد لاد کر ہم نے غار کے اندر ڈالا۔ اور مشک میں چشمے سے

پانی منگوا کر گوندھا۔ اور ہاتھ سے اور لکڑیوں سے غرض جس طرح بھی ہو سکا۔ اس کو غار کی زمین ہموار کرنے میں صرف کیا۔ قصہ مختصر دوسرے دن کی شام تک ہم نے غار کو بالکل صاف کر لیا تھا۔ کھڑکیوں کو بہت عمدہ محراب دار بنایا تھا۔ دروازہ نہایت عمدہ اور کشادہ رکھا تھا۔ دروازے سے نیچے تک چار سیڑھیاں تھیں۔ اس طرح ہمارا یہ غار گویا ایک نہایت عالیشان محل معلوم ہوتا تھا۔ کوئی دو تین ہفتے کی متواتر محنت سے ہم نے غار کے سامنے زمین پر بارہ گودام بنائے جن میں سے چھ داہنی طرف اور چھ بائیں طرف تھے۔ یہ سب ہم نے بانس کے بنائے تھے۔ اور ان کے اوپر مٹی سیمنٹ غرض جو دستیاب ہو سکا تھا۔ وہ لیپ دیا تھا۔ ان گوداموں کی تعمیر بہت اچھی تھی۔ یہ نہایت ہی کشادہ تھے۔ اور بارش اور دھوپ ان میں نہیں آسکتی تھی ان مکانوں کی چھتیں بانس سے پاٹ کر بنائی گئی تھیں۔ بانس اس قدر پاس پاس لگائے گئے تھے۔ کہ ہوا بھی نہ جاسکے۔ اور اس پر پھر مٹی لیپ دی گئی تھی۔ جس سے ہر طرح کی حفاظت ہو سکتی تھی۔

دوسرے دن ہم نے شجر محل سے غار پر اٹھ آنے کا ارادہ کیا۔ ہمارے پاس ایک ٹھیلہ بھی تھا۔ جو ہم نے ضرورت کے لئے توپ کے پہیوں میں ایک لوہے کے بھالے کا دُھرا ڈال کر بنایا تھا۔ محمد انور شجر محل پر اسباب لادنے کے لئے رہے۔ اور میں غار پر اسباب اتارنے کے لئے۔ اسباب ٹھیلے پر بار کیا جاتا تھا۔ اسے رسی سے کس کر باندھ دیتے تھے۔ اور ٹھیلے میں دونوں گدھے جوت دیئے جاتے تھے۔ انور اور محمد اسباب لاد کر ٹھیلے کے ساتھ دھکیلتے اور مدد دیتے آتے تھے۔ میں غار پر اُتروا لیتا تھا۔ راستہ شجر محل سے غار تک کچھ ایسا ناہموار نہ تھا۔ ورنہ ہم کو بڑی دقت پڑتی۔ میں نے چار روز میں سب سامان لا کر ٹھکانے سے رکھ دیا۔ اور رہنے سہنے کا انتظام بھی ٹھیک

ہوگیا۔ طویلوں میں جانور باندھے گئے۔ غلّہ گوداموں میں رکھ دیا گیا۔ باورچی خانہ ٹھیک کیا گیا۔ غار کے اندر جگہ جگہ نرم گھاس قرینے سے بچھا کر بچھونے کئے گئے۔ اور اب ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے گھر میں بیٹھے ہیں۔ غلّے کا زیادہ بڑا ذخیرہ غار کے اندر ایک حوض نما نشیب میں رکھا گیا +

جب سب سامان ٹھیک ہوگیا۔ تو اس مکان کی خوشی میں ایک دعوت تجویز ہوئی۔ اور جو کچھ بھی وہاں دستیاب ہوسکتا تھا۔ رات کو دعوت کے لئے مہیا کیا گیا۔ بعد اختتام دعوت سب نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور اس مکان کا نام سوچنے لگے۔ کئی نام تجویز ہوئے۔ اور ناپسند کئے گئے۔ بالآخر اس غار کا نام قصرِ صحرا رکھا گیا۔ جس پر سب نے اتفاق ظاہر کیا۔ رات ہوگئی تھی۔ اور دن بھر کی محنت نے ہم کو تھکا دیا تھا۔ ہم لوگ سو رہے +

دوسرے روز صبح اُٹھ کر پہلا کام ہمارا یہ تھا۔ کہ ہم نے پانی کی ٹنکی کو چشمے پر سے پانی لا کر بھرا۔ اس کے بعد مرغیوں کے لئے نہایت عمدہ دڑبے بنائے۔ کبوتروں کے لئے ایک چبوترہ بنا کر اس پر خانے بنا دیئے تھے۔ آج ہی ہم نے غار کے دروازے پر لکڑی کا وہ دروازہ لگانے کا ارادہ کیا۔ جو ہم جہاز سے اکھیڑ لائے تھے + اسے ہم نے نہایت عمدگی سے لگایا یعنی اس کی چوکھٹ کو سیمنٹ سے دروازے میں لگا دیا۔ دروازہ چوکھٹ ہی میں لگا تھا۔ اس لئے ہم کو کچھ زیادہ محنت نہ کرنی پڑی + ٹنکی کو ہم نے ایک بڑے سے چولھے کے اوپر نصب کیا تھا یعنی اس کا چبوترہ ایسا بنایا تھا۔ کہ اس کے نیچے آگ جلائی جاسکے جس سے پانی گرم رہے۔ کیونکہ جاڑوں کا موسم تھا۔ اور سرد پانی سے تکلیف ہوتی تھی + دو تین چبوترے اور بنائے۔ تاکہ پانی کے بیچے رکھنے اور شام کو بیٹھنے اور نماز پڑھنے کے کام آئیں + باورچی خانے میں بہت سی ترمیمات

کی گئی تھیں۔ یعنی اس میں دو دو گش بنائے گئے تھے۔ بانس زمین میں گاڑ کر تین عدد الماریاں بنائی گئی تھیں۔ اور ان کو بھی سمنٹ سے خوب اچھی طرح لیپ دیا گیا تھا۔ غرض دو تین دن کی اور محنت کے بعد ہم بڑے آرام سے رہنے لگے۔ ہر چیز اپنی اپنی جگہ عمدہ معلوم ہوتی تھی۔ اور شام کو جب ہم قصر کے سامنے کی صاف ستھری لپی ہوئی زمین پر اٹھتے بیٹھتے۔ اور لڑکے اِدھر اُدھر کھیلتے تھے۔ تو ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے ہم اپنے گھر میں بیٹھے ہیں۔ پانی ہم نے پانچ چھ دن کے لئے کافی بھر لیا تھا۔ جانوروں کو پانی چشمے پر پلا لاتے تھے۔ غرض اس طرح سے ہم نے قصر صحرا میں رہنا شروع کر دیا۔

ہم لوگوں کو قصر صحرا میں رہتے ہوئے ایک ماہ کے قریب گزر گیا تھا۔ سردی خوب پڑتی تھی۔ نمک ہمارے پاس قریب الختم تھا۔ اور ہم کو فکر تھی۔ کہ کہیں سے نمک مہیا ہونا چاہئے۔ لہذا ہم نے ارادہ کیا۔ کہ نمک بنانے کے لئے وہی نمکین مٹی لائیں۔ (جس کا ذکر ہم کر آئے ہیں) چنانچہ ایک روز صبح ناشتے کے بعد ہم لوگ گدھے لے کر مٹی لینے چلے۔ راستے میں دو تین پرند شکار کئے۔ اور مقام مقصود پر پہنچ کر مٹی گدھوں پر لاد کر واپس ہوئے۔ واپس ہوتے وقت ہم جب قصر صحرا کے قریب پہنچے۔ تو چشمے کے کنارے کنارے ہو لئے۔ چشمہ ہماری داہنی طرف تھا۔ اور تین فرلانگ کے قریب قصر صحرا تھا۔ ہماری بائیں طرف چند پیڑ اس پھل کے لگے ہوئے تھے۔ جو ہم نے بندروں کے جنگل میں دیکھا تھا۔ یہ پیڑ نہایت خراب و خستہ حالت میں ایک خشک نشیب جگہ میں تھے۔ اور چونکہ قصر صحرا سے قریب تھے۔ ہم چاہتے تھے۔ کہ یہ پھلیں اور ہم ان سے فائدہ اٹھائیں۔ چنانچہ میں نے اور انور نے مل کر چشمے کے کنارے

پر جو اس جگہ سے بہت اونچا تھا۔ دو تین پھاوڑے مار کر پانی کاٹ دیا۔ چونکہ کنارہ زمین سے اونچا تھا۔ لہذا پانی تیزی سے بہتا ہوا پیڑوں کی طرف چلا۔ ہم اسے اسی طرح چھوڑ کر چلے آئے۔ گھر پہنچ کر ہم نے بڑی بڑی کیاریاں بنائیں۔ اور ان میں یہ نمکین مٹی گھول کر بھر دی۔ تاکہ سورج کی گرمی سے پانی تو خشک ہو جائے۔ مٹی تہ میں رہ جائے۔ اور نمک اوپر جم جائے۔ تاکہ سمیٹ کر آسانی سے رکھ لیں +

ہمیں مٹی لاتے ہوئے دو تین ہوئے ہوں گے۔ کہ صبح کو ہم لوگ جو اُٹھے۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ قصر صحرا کے پچیس تیس گز داہنے ہاتھ پر کوئی دو ہاتھ چوڑا نالہ بہہ رہا ہے + تھوڑی دیر تک تو کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ لیکن پھر فوراً ہی خیال آگیا۔ کہ مٹی لاتے وقت ہم چشمہ کاٹ آئے تھے۔ ہو نہ ہو یہ وہی ہے۔ جو نالے کی صورت اختیار کر کے یہاں پہنچا ہے + فوراً ہم لوگ وہاں پہنچے۔ دیکھا۔ کہ پانی پیڑوں کی نشیب سے نکل کر بہتا ہوا چلا آرہا ہے۔ جہاں ہم نے کنارہ کاٹا تھا۔ وہاں پہنچ کر پھاوڑوں سے جتنا بھی ہو سکا۔ چوڑا نشان کر دیا۔ اور کئی جگہ سے اُدھر بھی کاٹ دیا۔ تاکہ نالہ خوب زور سے بہنے لگے۔ پانی زور سے بہنے لگا۔ اور دیکھتے دیکھتے زمین پر پھیل گیا۔ مگر چونکہ نشیب تھا۔ اس لئے گھوم کر سب نالے میں پہنچنے لگا۔ نالہ دو پہر تک تیزی اور چوڑائی میں دوچند ہو گیا۔ اور رفتہ رفتہ اُدھر چوڑا ہوتا گیا۔ حتیٰ کہ ایک چھوٹے سے لہراتے ہوئے چشمے کی صورت اختیار کرتا ہوا بڑی تیزی سے سمندر میں جا گرا + چار پانچ روز تک بہت تیز اور نہایت گدلا بہتا رہا۔ پھر رفتہ رفتہ پانی صاف ہو گیا + یہ چشمہ گویا ہم لوگوں کے لئے چشمہ حیات ثابت ہوا +

۱۳

ایک روز ہم لوگ مچھلی کے شکار کو گئے۔ ڈوریاں ڈالیں۔ لیکن مصطفٰو اور رابرٹ کو

نہ دی گئیں۔ اور ان دونوں سے کہا گیا۔ کہ خاموش بیٹھیں۔ مگر رابرٹ کے پاس چند ڈوریاں تھیں۔ جو کہ ان کی اپنی ملکیت سمجھی جاتی ہیں۔ اور وہ اپنے ساتھ لائے تھے۔ انھوں نے اس بات پر ضد کی۔ کہ ان کو بھی ڈوری ڈالنے کی اجازت دی جائے + آخر ان کا کہنا ماننا پڑا۔ اور ساتھ ہی مصطو کو بھی اجازت دی گئی۔ یہ دونوں شکاری ایک جگہ ہی بیٹھے۔ لیکن اپنی ڈوریاں بار بار نکال کر دیکھتے تھے۔ دو تین گھنٹے تک خوب شکار رہا۔ اور ہم نے کافی مچھلیاں پکڑیں + اتنے میں رابرٹ پانی میں جا پڑے۔ کیونکہ ہم لوگ ایک ایسے ٹیلے پر شکار کھیل رہے تھے۔ جو پانی میں تھوڑی دور تک چلا گیا تھا۔ انور رابرٹ کو نکالنے کے لئے فوراً پانی میں کود پڑا۔ اِدھر وہ کودا۔ اور اُدھر مصطو مع جمال کے پانی میں گرے۔ انور نے مصطو کو اور رابرٹ کو نکالا۔ جمال خود تیر کر نکل آیا۔

رابرٹ بہت بُری طرح رو رہا تھا۔ اس سے پوچھا۔ کہ کیسے گرے؟ تو اس نے کہا۔ کہ مجھ کو مصطو نے دھکیل دیا تھا۔ کیونکہ میں نے ان کی ڈوری چھوٹی تھی۔ اور مصطو رابرٹ کو دیکھنے جھکے تھے۔ کہ پاؤں پھسل گیا۔ اور پانی میں دھڑام سے جا گرے۔ گرتے میں جمال کو بھی لے لیا۔ جو ان کے قریب ہی کھڑا تھا + مصطو اور جمال کے سروں میں سے خون نکل رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ دونوں کے سر ٹکرا گئے ہیں۔ خون کی وجہ سے مصطو بھی رو رہے تھے + اس کے بعد ہم لوگ قصر صحرا آ گئے +

مچھلیاں دیکھ کر مجھ کو افسوس ہوا۔ کہ اگر کوئی حوض ہوتا۔ تو اس میں یہ زندہ رکھی جاتیں۔ اور بہ وقت ضرورت تازہ دستیاب ہو سکتیں۔ اب خرچ نہ ہو سکیں گی۔ تو سوائے سُکھا لینے کے کوئی چارہ نہیں۔ لہذا سب نے یہی رائے دی۔ کہ ایک حوض بنایا جائے + چشمہ حیات سے کوئی دس گز یا پندرہ گز اِدھر ایک ناہموار گڑھا تھا۔ میری

رائے تھی۔ کہ اسی کو ٹھیک کر کے حوض بنا لیا جائے۔ تو بہتر ہوگا۔ اور مزید کھدائی نہ کرنی پڑے گی۔ ہم لوگ موقع دیکھ کر واپس آئے۔ تو مچھلی کے کباب اور شوربا تیار تھا۔ کچھ پھلوں کی ٹکیاں بھی تھیں۔ ہم لوگوں نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔ دوپہر کے بعد حوض بنانے کا سلسلہ شروع کیا۔ پہلے گڑھے کو چاروں طرف سے چھیل کر چوکور کیا۔ اور زمین ہموار کی۔ جب یہ کام ٹھیک ہو گیا۔ تو قصر صحرا کے اوپر کی طرف کے بڑے بڑے ٹیلوں پر سے بڑے بڑے کنکر حوض کی تہہ میں پہنچائے۔ اور ان بڑے بڑے کنکروں کی دراڑوں میں چھوٹے چھوٹے کنکر بھر دیئے۔ اور پھر اس کے اوپر پتلا پتلا سیمنٹ گھول کر پھیلا دیا۔ تاکہ سندوں میں بیٹھ جائے۔ اس کے بعد اس کے اوپر پانی بھی ڈال دیا۔ تاکہ سند سے سند مل جائے۔ اور کوئی دراڑ باقی نہ رہ جائے ۔

اس کے بعد اس کی دیواروں کے نیچے سے لے کر اوپر تک کنکر کھڑے کئے۔ اور یہ کام آسانی سے ہو گیا۔ کیونکہ ہم نے حوض کا منہ اوپر سے قدرے بڑا رکھا تھا۔ تاکہ دیوار کا ڈھلوان نیچے کی طرف ہو۔ اس کے بعد ان دیواروں پر بھی اسی طرح سیمنٹ لیپ دیا۔ جس سے دراڑیں بھر گئیں۔ اس کے بعد اس کے منہ کے اردگرد کنکر رکھ کر ہاتھ بھر چوڑی اور اتنی ہی اونچی منڈیر تعمیر کی۔ اس کے بعد ایک نالی بنائی جس سے کہ پانی چشمے سے حوض میں آئے۔ اور اس کو بھی پختہ کر دیا گیا۔ چونکہ سیمنٹ کو زیادہ خشک ہونے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس لئے ہم نے دوسرے دن ہی اس میں پانی بھر دینا مناسب سمجھا۔ یہ کام ہم نے شام تک انجام دے لیا تھا۔ اور صبح کو ہم سب لوگ حوض پر پہنچے۔ میں نے اور محمد نے ایک خاصی اونچی جگہ پر سے چشمے کا پانی حوض کی نالی کی طرف پھیر دیا۔ پانی حوض میں بھرنے لگا۔

اور بچے یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ تھوڑی دیر میں حوض لبریز ہو گیا۔ اب ہم کو یہ شوق ہوا۔ کہ اس میں مچھلیاں بھی ابھی چھوڑ دی جائیں۔ چنانچہ ہم لوگ شکار کھیلنے چلے۔ اور اب کی مرتبہ مصطو اور رابرٹ کو قصر صحرا ہی میں چھوڑ گئے +

مچھلیوں کے لانے کا انتظام ہم نے یہ کیا تھا۔ کہ پیپے کو گدھے والی گاڑی سمیت ساتھ لے گئے۔ تاکہ جو مچھلی پکڑی جائے۔ وہ پیپے میں جس میں پانی بھرا جائے گا رکھ دی جائے۔ تاکہ زندہ رہے۔ اور حوض تک زندہ ہی لائی جا سکے۔ صبح سے شام تک شکار رہا حتیٰ کہ دوپہر کا کھانا بھی ہم نے سمندر کے کنارے ہی کھایا۔ شام تک ہم نے تیس کے قریب مچھلیاں پکڑیں۔ جب پیپے میں تین چار جمع ہو جاتی تھیں۔ گھر بھیج دی جاتی تھیں۔ اور فوراً ہی حوض میں ڈال دی جاتی تھیں + اس میں ہم نے مچھلیوں کے رہنے کے لئے کوئی جگہ نہیں بنائی تھی۔ لہٰذا ہم نے اس میں بڑے بڑے کنکر چاروں کونوں میں اوپر نیچے رکھ دیئے۔ تاکہ ان میں مچھلیاں آرام سے رہ سکیں۔ تھوڑی سی مٹی بھی ڈال دی۔ تاکہ مچھلیاں اس میں اپنی خوراک پا سکیں + اپنی اس کامیابی پر ہم لوگ بہت خوش تھے + دوسرے روز صبح کے وقت ہم کو حوض کے باہر دو تین مچھلیاں مری ہوئی ملیں۔ جو غالباً کود کود کر باہر آ پڑی تھیں۔ لہٰذا ہم نے حوض کو ڈھکنے کے لئے بانسوں کی ٹٹی بنائی۔ صبح کو آدھی ٹٹی سرکا دیتے تھے۔ تاکہ دھوپ پانی پر پڑ سکے۔ اور باقی میں سایہ رہے + کوئی پندرہ بیس روز میں ہمارا حوض مچھلیوں سے پُر ہو گیا تھا۔ اور ہمارے لئے ہر وقت تازہ مچھلی موجود تھی +

میں جب مصر گیا تھا۔ تو وہاں سے سوڈان بھی جانا پڑا تھا۔ وہاں کے اکثر

جنگلی قبائل کو میں نے دیکھا تھا۔ کہ وہ جانوروں کو کس طرح پکڑتے تھے۔ وہ لوگ ایک گہرا گڑھا کھودتے تھے۔ اور اس کے بیچ میں ایک تیز برچھا کھڑا کر دیتے تھے۔ اور اس گڑھے کے اوپر خس و خاشاک اس طرح ڈھاک دیتے تھے۔ کہ زمین بالکل ہموار معلوم ہو۔ اور اگر جانور اس پر آہستہ سے بھی پاؤں رکھے۔ تو اندر جا پڑے۔ یہاں جنگلی بکریاں بہت تھیں۔ میں نے کہا۔ کہ اگر ایسا شکار کیا جائے۔ تو یقیناً کامیاب ہو گا۔ چنانچہ محمد نے بھی یہی رائے دی۔ لہذا ہم لوگوں نے ایک روز بکری کے شکار کی ٹھہرائی۔ صبح بعد فراغت ضروریات کتوں کو ساتھ لے کر شکار کو روانہ ہوئے۔ راستے میں چھوٹا موٹا شکار کھیلتے ہوئے۔ دو تین میل سے زیادہ نکل گئے۔ اس کے بعد ایک ایسی جگہ پہنچے۔ جہاں نشانات سے بکریوں کے وجود کی دلیل ملی۔ یعنی سموں کے نشانات اور مینگنیاں بہت تھیں۔ یہ زمین جگہ بہ جگہ اونچی نیچی بھی تھی۔ اور اکثر خودرو درخت اور جھاڑیاں موجود تھیں۔ لیکن دو ایک فرلانگ چل کر زمین ذرا دور تک ہموار اور سیدھی چلی گئی تھی۔ ادھر اُدھر چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تھیں اور ایک طرف کچھ دور تک جنگل سا چلا گیا تھا۔

ہم نے گڑھا کھودنے کے واسطے وہی جگہ پسند کی اور کھودنا شروع کر دیا۔ غرض تین روز متواتر ہم یہاں آتے اور گڑھا کھودتے رہے۔ چوتھے روز گڑھا ٹھیک ہو گیا۔ چونکہ ہم کو بکریاں زندہ پکڑنی تھیں۔ اس لئے اس کے اندر ہم نے برچھا نصب نہیں کیا۔ بلکہ نرم گھاس اس کی تہ میں بچھا دی۔ اور پھر اس کو بڑی احتیاط سے پاٹا۔ پتلی پتلی لکڑیاں اس کے منہ پر رکھی گئیں۔ اور پھر اس کے اوپر گھاس پھونس رکھ کر مٹی پھیلا دی۔ جب مٹی اچھی طرح پھیلا دی گئی۔ تو اس پر کچھ جوڑ ڈال کر

پانی ڈال دیا۔ یہ کام کر کے ہم واپس چلے آئے + دس پندرہ روز بعد جو اس کے
اوپر اچھی طرح اُگ آئے۔ اور ہم نے عمدہ عمدہ ہری ہری پتیاں اسی کے قریب جا بجا
ڈال دیں۔ اور دور تک ڈالتے چلے آئے۔ اور گھر واپس آ گئے۔ اب گویا ہماری ترکیب
بالکل تیار تھی۔ اور ہم کو اُمید تھی۔ کہ دو ایک روز میں کامیابی حاصل ہو گی +

دوسرے روز نہایت اشتیاق سے ہم لوگ گڑھے پر گئے۔ لیکن ہم کو وہاں
کچھ بھی غیر معمولی بات نظر نہ آئی۔ اور گڑھا ویسے کا ویسا پایا + دوسرے روز پھر گئے۔
لیکن پھر گڑھا ویسے کا ویسا نظر آیا۔ پھر دو دن کا وقفہ دیا۔ لیکن پھر بھی ہم کو ناکامیابی
نظر آئی۔ اب روز روز کے آنے سے ہم کو ناامیدی ہو گئی تھی۔ اور ہم اس دوڑ دھوپ
سے عاجز آ کر بیٹھ رہے + کوئی ایک ہفتہ گزر گیا۔ کہ ایک روز گڑھے پر جانے کا ارادہ
کیا۔ گڑھے کی طرف سے ایسی مایوسی ہو گئی تھی۔ کہ ارادہ شکار کا رکھا۔ لیکن یہ ارادہ کیا۔
کہ گڑھے پر سے ہوتے ہوئے آگے نکل جائیں گے۔ ہم لوگ گڑھے سے کوئی تین
فرلانگ دور ہوں گے۔ کہ ہم کو گڑھے ہی کی سمت بکریاں نظر پڑیں۔ جو کہ ایک ہی
جگہ جمع تھیں۔ یہ دیکھ کر ہم رُک گئے۔ اور امید ہوئی۔ کہ ممکن ہے۔ ان ہی میں سے
کوئی گڑھے کی نذر ہو +

تھوڑی دیر بعد میں نے دوربین نکال کر دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ بکریاں سب کی
سب ایک جگہ کھڑی ہیں۔ اور صرف دو چار ہی اِدھر اُدھر کود رہی ہیں۔ خیر ہم لوگ بیٹھ
گئے۔ اور انتظار کرنے لگے۔ بیٹھے بیٹھے گھنٹہ بھر سے زائد ہو گیا۔ اور بکریاں کبھی
پھیل جاتی ہیں۔ اور کبھی پھر اسی جگہ آ جاتی ہیں + اب یہ سوچ کر کہ اس انتظار بیکار
میں وقت گنوانا فضول ہے۔ ہم لوگ آگے چلے۔ کہ اگر ہو سکے۔ تو انہیں ہی شکار

گئیں۔ لیکن جونہی بکریوں نے ہم کو دیکھا۔ وہ پہاڑیوں کی طرف بھاگ کر غائب ہو گئیں +

ہم اور آگے بڑھے۔ تو دور سے دکھائی دیا۔ کہ گڑھے کی سبزی نمودار دہے۔ یہ دیکھ کر ہم لوگ خوش ہو کر بے تحاشا گڑھے کی طرف دوڑے۔ اور گڑھے پر پہنچے۔ اب ہماری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ کیونکہ ہم نے گڑھے کو بھرا ہوا پایا۔ یعنی گڑھے کے اندر ایک بڑا بکرا۔ دو بکریاں۔ اور تین بچے تھے۔ جن میں ایک ذرا بڑا تھا۔ اور دو چھوٹے تھے + انور گڑھے کے اندر اترنے لگا۔ لیکن میں نے یہ خیال کر کے روکا۔ کہ یہ خطرناک ہو گا۔ ممکن ہے۔ بکرا حملہ کرے۔ اور کسی قسم کا نقصان پہنچائے۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ جانور دو تین روز کے پھنسے ہوئے تھے۔ کیونکہ گڑھے میں مینگنیاں بہت سی پڑی تھیں۔ اور بیٹھنے کی علامتیں بھی پائی جاتی تھیں + اب یہ فکر ہوئی۔ کہ انہیں کیونکر نکالا جائے۔ آخر کو یہ رائے ہوئی۔ کہ بکرے کو پہلے نکالا جائے۔ تاکہ پھر آسانی سے بکریاں نکالی جاسکیں + میں نے ایک رسی کا پھندا بنایا۔ اور اس کو بکرے کی گردن میں ڈالنے کی کوشش کی۔ اور تھوڑی دیر کی کوشش کے بعد میں کامیاب ہو گیا + بکرا بہت کودا پھاندا۔ لیکن میں نے رسی کو ڈھیلا کر دیا۔ تاکہ اندر خوب کود پھاند سکے + تھوڑی دیر بعد وہ تھک کر ٹھہر گیا۔ تو میں نے انور سے کہا۔ کہ وہ اترے۔ کیونکہ وہی ہم سب میں مضبوط تھا۔ میں نے رسی خوب کڑی کر لی تاکہ بکرا اچھل کود نہ سکے۔ اور انور ڈنڈا لے کر گڑھے میں اتر گیا۔ اس وقت اس قدر اچھل پھاند واقع ہوئی۔ کہ معلوم ہوتا تھا۔ ایک آدھ ان میں سے نکل جائے گا۔ مگر انور نے نہایت مستعدی سے بکرے کو قابو میں کیا۔ بکریوں نے جب اپنے

قبلہ وکعبہ کی یہ حالت دیکھی۔ تو الگ کھڑی نہایت ہی تعجب اور غصّے کی نظروں سے کل کارروائی دیکھا کیں۔ انور نے بکرے کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس کو زمین پر ڈال دیا۔ اور رسی کا سرا اوپر پھینک دیا۔ ہم نے اوپر سے دو رسیوں کے ذریعے نہایت آسانی سے بکرے کو اوپر کھینچ لیا۔ اور ایک کنارے پر ڈال دیا۔ اسی طرح کل جانوروں کو نکال نکال کر باہر ڈال دیا۔ میں نے انور۔ احمد اور جمال کو شہر بھیجا۔ کہ گاڑی یعنی وہی گدھے والا ٹھیلا لے آئیں + وہ چلے گئے۔ اور ہم لوگ وہیں بکریوں کے پاس رہے۔ کوئی گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کے بعد گاڑی نظر آئی۔ راستہ بہت خراب تھا۔ اس وجہ سے دیر بہت لگی۔ خیر جس طرح ہو سکا۔ جانوروں کو لادا۔ اور زیادہ جگہ نہ ہونے کی وجہ سے بکری کے تینوں بچوں کا پشتارہ بنا کر کندھوں پر لے چلے + راستہ نہایت ہی دشوار گزار تھا۔ اور بڑی محنت پڑتی تھی۔ دو گدھے ٹھیلے میں جوتے گئے۔ اور اکثر جگہ گیا + بلکہ راستے بھر ہم لوگوں کو ٹھیلے میں زور لگانا پڑا +

غرض دوپہر ڈھلنے کے بعد ہم لوگ قصر پہنچے۔ وہاں نہایت ہی خوشی منائی گئی۔ ان جانوروں کے پاؤں باندھ کر ایک مناسب جگہ کھڑا کر دیا۔ جہاں سے دن رات ہم کو دیکھ سکیں۔ اور مانوس ہو جائیں۔ ہم لوگ کچھ ایسے مشغول رہے تھے۔ کہ کھانا مطلق نہ کھانے پائے۔ چنانچہ اب ہم لوگوں کا ارادہ ہوا۔ کہ کھانا کھائیں۔ میرا دل مچھلی کھانے کو چاہا۔ چنانچہ میں نے انور کو برچھا دیا۔ کہ اس سے حوض میں سے ایک بڑی مچھلی کوچ کر نکال لائے۔ چنانچہ وہ برچھا لے کر حوض پر گیا۔ اور میں ہاتھ منہ دھونے لگا۔ وہاں پہنچ کر عجیب ہی نظارہ دیکھا۔ دیکھے تو مصطو پانی میں ڈبکیاں کھا رہا ہے۔ اور ہونٹ اودے ہو رہے ہیں۔ انور ان کو نکال کر میرے پاس

لائے۔ ان کا پیٹ پھول گیا تھا۔ اس کی تفتیش کی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ رابرٹ اور وہ حوض پر کھیلنے گئے تھے۔ اور مصطو نے پھاندنے کی کوشش کی۔ جس کا خمیازہ انھوں نے یوں بھگتا۔ لیکن نہ معلوم رابرٹ نے کس وجہ سے گھر پر اس کی خبر دینا مناسب نہ سمجھا۔ معلوم نہیں کھیل میں لگ گئے یا کیا ہوا + غرض مصطو کو اُلٹا لٹکا کر ان کے پیٹ سے پانی نکالا گیا۔ دو تین روز تک ان کو بخار رہا۔ لیکن پھر اچھے ہو گئے +

انور حوض میں سے مچھلی بعد کو لایا۔ وہ پکائی گئی۔ اور ہم سب نے سیر ہو کر کھانا کھایا + غرض آج کا دن ہمارے لئے نہایت ہی سعید ثابت ہوا + ان جانوروں کو کئی روز متواتر کھانے پینے کو کچھ نہیں دیا گیا۔ جس کی وجہ سے ان کی وحشت بالکل جاتی رہی۔ اور تھوڑے عرصے بعد یہ جانور ہم سے مانوس ہو گئے۔ لیکن بکرا خوفناک ہی رہا۔ اور اکثر لڑکوں پر حملہ کرتا تھا۔ سب لڑکوں کو اس کے پاس جانے کی ممانعت تھی۔ لیکن ایک روز مصطو نہ مانا۔ اور اس کے پاس چلا گیا + بکرے نے ایسا حملہ کیا۔ کہ اگر بچا نہ لیا جاتا۔ تو شاید مار ہی ڈالتا +

۱۴

ہمارا جہاز اسی طرح سمندر میں ٹیڑھا چٹان کے اوپر کھڑا تھا۔ اور اب ہم لوگوں نے اس پر جانا بھی چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ اب اس پر کچھ بھی باقی نہ تھا + ہم چاہتے تھے۔ کہ جہاز کے تختے اور لوہا وغیرہ ہم کو مل جائے۔ تو ہم کشتیاں بنا سکیں۔ انور نے یہ رائے دی۔ کہ جہاز کے پیندے میں جہاں سے وہ ٹیڑھا تھا۔ اور اندر کے کمرے میں بارود رکھ کر اس میں آگ لگا دی جائے۔ تاکہ جہاز ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ اور جب اس کے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ تو حسب قاعدہ اس کے ٹکڑے اور تختے کنارے

پر آلگیں گے + یہ رائے قرار پا گئی۔ ہم نے ایک تپلی سی رسّی لی۔ اور اس پر بارود بھگو کر لگا دی۔ اور خشک کر لی۔ اور دو تین چھوٹے بڑے بارود کے پیپے لے کر جہاز پر چلے۔ لیکن اس کام میں ہم نے لڑکوں کی شرکت بالکل نہ کی۔ جس طرف جہاز ذرا اُٹھا ہوا تھا۔ اور پر پیندے کے نیچے میں نے دو پیپوں کو پانی سے چھوتا ہوا باندھ دیا۔ اور کیلوں سے اچھی طرح جڑ بھی دیا۔ اور باقی جہاں ضرورت سمجھی۔ اچھی طرح بارود کے پیپے چھوٹے بڑے لگائے گئے۔ اور ان سب کو ایک ہی فلیتے کی رسّی سے جو کہ ہم نے تیار کی تھی۔ اس طریقے پر سلسلہ لگا کر باندھا۔ کہ اگر ایک جگہ پر آگ لگے۔ تو سب جگہ پہنچ سکے + یہ کر کے نیچے اُتر آئے۔ اور رسّی کو تین جانب سے پھیر کر تین حصوں میں اس طرح تقسیم کیا۔ کہ سب پیپوں میں آگ یکساں لگے۔ اور وقفہ کسی میں نہ ہو۔ اس کے بعد فلیتے میں آگ دکھا کر ہم جلد سے جلد کنارے پر پہنچ گئے۔ اور دور کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگے +

تھوڑی دیر بعد ایک بڑا بھاری دھماکا ہوا۔ اور ساتھ ہی شعلے اُٹھے۔ اور بڑے بڑے تختے جہاز کے پھول کی طرح اپنی جگہ سے اُکھڑ اکھڑ کر اوپنچے اُڑ اڑ کر پانی میں آگرے۔ تھوڑی دیر بعد جب بالکل خاموشی ہو گئی۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ کل تختے پانی میں ادھر اُدھر مارے مارے پھر رہے ہیں۔ کچھ تو بہت دور نکل گئے۔ اور کچھ وہیں بہہ رہے تھے۔ لیکن سمندر ابھی چڑھاؤ پر نہ تھا۔ لہٰذا ہم کو امید تھی۔ کہ دو تین ہی روز میں سب تختے کنارے آلگیں گے +

پھر ہم قصر صحرا واپس آئے۔ اور دو دن بعد جو گئے۔ تو دیکھا۔ کہ کنارے پر سیکڑوں چھوٹے بڑے لٹھے۔ تختے پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ دور تک پھیلے۔

چلے گئے تھے۔ اور مجھ کو تشویش ہوئی۔ کہ ان کو کیوں کر لے جاسکیں گے۔ قصر گو کنارے سے بہت ہی قریب تھا۔ لیکن تاہم کنارے سے آدھا فرلانگ پون فرلانگ ضرور ہوگا۔ اور اتنا بھی لے جانا دشوار تھا + مجھ کو فوراً خیال آیا۔ کہ لٹھوں کو ایک جگہ جمع کر کے چھوٹے چھوٹے بیڑے بنا لئے جائیں۔ اور پھر ان کو پانی ہی سمندر سے گھسیٹ کر اس چشمۂ حیات کے ذریعے سے قصر تک لے جائے۔ جو قصر کے قریب سے بہتا ہوا نکلا تھا۔ اور جو گو پہلے ایک نالہ تھا۔ مگر اب رفتہ رفتہ چھوٹا موٹا دریا بن گیا تھا۔ یہ اور بھی آسان طریقہ تھا۔ چنانچہ اسی طور سے ہم سب لکڑیاں اور تختے رفتہ رفتہ لے گئے۔ جن کو ہم نے سیکڑوں کاموں میں استعمال کیا۔ دو ناؤ بھی اس لکڑی سے ہم نے بہت عمدہ بنائیں +

۱۵

ہمارے پاس اب کافی جانور تھے۔ چنانچہ سات عدد بکرے بکریاں سب ملا کر تھیں۔ لیکن اسی عرصے میں ہم نے پانچ بکریاں اور بکرے اَور پکڑے تھے۔ اور اس طرح سے ہمارے پاس اب بارہ بکریاں تھیں۔ دودھ کافی ہوتا تھا۔ اور اس طرح ہم کو پنیر، دودھ۔ مکھن۔ دہی۔ گھی سب دستیاب ہو جاتا تھا + دو بھیڑوں کے بچے اَور ہو گئے تھے۔ دراصل تین ہوئے تھے۔ مگر ایک ان میں سے اتفاقیہ مر گیا تھا + بطیں بھی کافی بڑھ گئی تھیں۔ لیکن اتنی نہیں جتنی بڑھنی چاہئے تھیں۔ اور کبوتر اور مرغیاں تو بالکل نہیں بڑھیں۔ حالانکہ ہم انڈے بہت ہی شاذ و نادر استعمال کرتے تھے۔ اور چاہئے تھا۔ کہ مرغیاں پہلے سے چگنی بڑھ جاتیں۔ مگر اب تک دگنی تعداد سے تجاوز نہ کیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ جو بعد میں معلوم

ہوئی۔ کہ مصطفو اور رابرٹ موقعہ پاکر انڈے چُرا کر کھا جاتے تھے۔ اور ہم لوگ اس خیال میں رہتے تھے۔ کہ یا تو کوئی جانور کھا جاتا ہے۔ یا مرغیاں خود ہی کھا جاتی ہیں۔ ایک روز سب نے کہا۔ کہ معلوم نہیں۔ کون انڈے کھا جاتا ہے۔ کہ چھلکے اندر پڑے رہ جاتے ہیں۔ اور کچھ پتہ نہیں چلتا۔ اس کی تلاش کرنی چاہیئے۔ اس کی بہت تلاش ہوئی۔ لیکن بے سود۔ ایک روز محض اتفاقیہ میں چشمے پر سے واپس آرہا تھا۔ کہ میں نے دیکھا۔ کہ مصطفو اور رابرٹ مرغیوں کے دڑبوں کی طرف اس طرح جا رہے ہیں جیسے کوئی چور جاتا ہو۔ سب لوگ کام کاج میں لگے تھے۔ میں پوشیدہ طور سے دیکھتا رہا۔ جب دونوں دڑبے میں گھس گئے۔ تب میں آہستہ آہستہ گیا۔ اور دڑبے سے کان لگا کر بیٹھ گیا۔ چنانچہ اندر انڈے پھوڑے گئے۔ اور ان دونوں نے کچے پی لئے۔ جب مجھ کو یقین ہو گیا۔ تو میں نے دڑبے کا تختہ خوب مضبوطی سے لگا دیا۔ اور اس طرح کس دیا۔ کہ ان سے اُٹھ نہ سکے۔ اور میں بھاگ آیا +

یہ دونوں اندر خاموش مقید بیٹھے رہے۔ میں نے بھی کسی سے تذکرہ نہ کیا۔ حتیٰ کہ کھانے کا وقت آ گیا۔ اور ان کی تلاش ہوئی۔ سب گھبرا گئے۔ سمجھے کہ معلوم نہیں کہاں گئے ہوں گے۔ لیکن میں نے مطمئن کر دیا۔ اور بتا دیا۔ کہ انڈے چُرانے والے پکڑے گئے ہیں۔ اور دڑبے ہی میں بند ہیں + اس بات پر سب کو ہنسی آئی۔ چنانچہ سب لوگ دڑبے پر پہنچے۔ اور جب آواز دی۔ تو مصطفو بولے ہم نے انڈے نہیں لئے۔ اس پر اور بھی ہنسی آئی۔ کہ سبحان اللہ چور کی داڑھی میں تنکا۔ کسی نے پوچھا نہ گچھا۔ خود ہی بول اُٹھے + ان دونوں کو یہ سزا دی گئی۔ کہ تا شام اسی دڑبے میں مقید رہیں۔ اور دوپہر کا کھانا بھی نہ ملے +

پھر اس دن کے بعد چوری نہ ہوئی۔ اور مرغیوں کی تعداد بھی بڑھ گئی۔ کُتے کے پلّے بھی خوب بڑے ہو گئے۔ گدھے وہی تین تھے۔ سوائے بڑے بکرے کے سب کھلے رہتے تھے۔ محض حفاظتاً اگلی پچھلی ٹانگیں ملا کر باندھ دی جاتی تھیں۔ تاکہ بھاگ نہ سکیں۔ غرض ہم نے اب بہت کافی طور سے ترقی کر لی تھی۔ اور ہاں جناب دیوقان صاحب بھی اچھی طرح تھے۔ اور اب پورے بندر ہو گئے تھے۔ ان کا بھی ہر ایک بات میں نرالا حصّہ رہتا تھا۔

۱۶

ہمارا قصر اب ہر طرح مکمل تھا۔ اگر کوئی تکلیف تھی۔ تو نماز پڑھنے کی کبھی کہیں پڑھتے تھے کبھی کہیں۔ ہم نے متفق الرائے ہو کر چشمہ حیات کے کنارے ایک چبوترہ بنایا۔ اور اس کے ارد گرد بانس کی نہایت عمدہ ٹٹیاں گاڑیں۔ آدھے چبوترے پر چھت پاٹ دی۔ اور آدھا کھلا رہنے دیا۔ اس کو اندر سے خوب اچھی طرح لیپ پوت دیا تھا۔ کہ ہوا نہ آ سکے۔ اندر کھونٹیاں لگائیں جن پر قرآن شریف ٹانگا جاتا تھا۔ غرض اس طرح کی چھوٹی سی مسجد تیار کر لی۔

ایک طرف سیڑھیاں تھیں۔ جو چشمے کے کنارے ہی پر تھیں۔ یہاں تک کہ چشمہ ہمارے چبوترے کی تیسری سیڑھی سے چھوتا ہوا بہتا تھا۔ یہاں نماز پڑھنے میں عجیب لُطف آتا تھا۔ اذان جب کہی جاتی تھی۔ تو دور تک جنگل گونج جاتا تھا۔ جب مسجد بن کر تیار ہو گئی۔ تو دوسرے دن سے پانچوں وقت کی نمازیں پر ادا کی جاتی تھیں۔ صبح صبح اس پُر فضا مقام پر تلاوت قرآن کی جاتی تھی۔ اب نماز جمعہ بھی مع خطبہ کے ہوتی تھی۔ اور پہلی دفعہ تو جب خطبے میں ہمارے شاہنشاہ کا نام آیا۔ تو بے اختیار جی بھر آیا۔ اور وطن کی یاد

آگئی۔ اس مسجد کے پاس ہم نے اس جگہ کے خودرو پھولوں کو نہایت ترتیب کے ساتھ لگایا تھا۔ غرض ہماری مسجد اب کسی طور پر کسی مسجد سے کم نہ رہی تھی۔

۱۷

ماہ شعبان کا اختتام تھا۔ اور رمضان المبارک کی آمد تھی۔ گرمی شروع ہو چلی تھی۔ گو زیادہ نہیں تھی۔ ہم لوگ قصر پر دوربین لئے ہوئے رمضان المبارک کے سفیر یعنی ہلال کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ بعد انتظار بسیار چاند نظر آیا۔ اور ہم نے رمضان المبارک کی خوشی میں تین فیر توپ کے سر کئے۔ اب کل سے رمضان المبارک کے مہینے کا پہلا دن اور پہلا روزہ تھا۔

ہمارے روزے نہایت اچھی طرح سے کٹنے لگے۔ جو کچھ بھی ہم کو میسر تھا۔ وہ ہمارے سحری اور افطار میں صرف ہوتا تھا۔ لیکن رمضان المبارک کے دوران میں کام کرنا دشوار تھا۔ اور زیادہ وقت ہمارا بے کاری میں صرف ہوتا تھا۔ جو ہم کو سخت ناگوار گزرتی تھی۔ ہم سوچتے تھے۔ کہ کوئی ضروری کام ایسا کریں۔ جس میں تکان ذرا کم ہو۔ رمضان شریف کی ۹ تاریخ تھی۔ اب تک ہمارا وقت مچھلی پکڑنے۔ رسیاں بٹنے وغیرہ میں صرف ہوتا تھا۔ لیکن دل میں یہ بات بہت دنوں سے تھی۔ کہ جس سرزمین پر ہم ہیں۔ اس کو دریافت کریں۔ کہ کتنی بڑی ہے۔ کتنی لمبی ہے۔ جزیرہ ہے۔ یا جزیرہ نما ہے۔ گو ہم کو پیشتر سے شبہ تھا۔ کہ ہو نہ ہو یہ جزیرہ ہوگا۔ لیکن کام کی کثرت کی وجہ سے ہم کو کوئی عمدہ موقع نہ ملتا تھا۔ لیکن یہ موقع عمدہ تھا۔ کہ ہم ناؤ پر بیٹھ کر اس سرزمین کے ارد گرد کنارے کنارے سفر کریں۔ تو نہایت آسانی سے یہ کام کچھ دن میں مکمل ہو جائے گا۔ لہذا یہ رائے قرار پائی۔ کہ صرف ایک بڑا آدمی یہاں قصر صحرا پر حفاظت کے لئے رہے۔ اور باقی لوگ

سفرِ عظیم پر چلیں ÷ یہ طے ہوا۔ کہ محمد کو قصر پر چھوڑا جائے۔ اور ہیں احمد۔ انور۔ جمال اور نجیب کشتی پر لے چلوں ÷ یہ بات طے ہو گئی۔ اور ہیں نے سفر کی تیاریاں کیں ÷ بندوقیں۔ بارود بیلچے۔ کُھرپے۔ پھاوڑے۔ چاقو۔ چُھرے۔ مچھلی پکڑنے کی ڈوریاں۔ کاغذ۔ پنسل۔ پینے کا پانی کافی مقدار میں۔ چقماق پتھر۔ شکار کا اور مچھلی کا خشک گوشت۔ نمک غرض سب چیزیں جو ہم کو لے جانا لازمی تھیں۔ ساتھ لیں۔ آٹھ کبوتر بھی سا تھ لئے۔ تاکہ بوقت ضرورت نامہ بر کا کام دے سکیں۔ علاوہ اس کے اور بہت سی چیزیں جو ضروری تھیں۔ ساتھ لیں۔ اور دوسرے دن روانہ ہونے کی ٹھہری ÷

دوسرے دن صبح کو ہم صبح کاذب سے بھی پیشتر روانہ ہو گئے۔ ہوا ہماری سمت کے موافق تھی۔ قصر کے سامنے کھڑے ہو کر اگر کنارے کی طرف دیکھا جائے۔ تو جدھر سیدھا ہاتھ ہو ہم اس جانب چلے۔ دن بھر آرام سے چلا گئے۔ سورج غروب ہونے پر کشتی روک دی۔ اور روزہ افطار کر کے کھانا وغیرہ کھا کر پھر روانہ ہوئے۔ گو رات تھی۔ لیکن چاندنی بھی کافی تھی۔ رات کو کشتی بہت دیر تک چلتی رہی۔ بعد کو بادبان اتار کر ایک درخت سے کشتی کو باندھ دیا۔ اور آرام سے سمندر کے اوپر ہی کشتی میں سائبان کے نیچے سو رہے ÷

دوسری صبح کو ہم نے پھر بہت تڑکے کشتی رواں کی۔ لیکن صبح ہوتے ہوتے ہوا نہایت خراب اور مخالف چلنے لگی۔ جس سے آگے بڑھنا دشوار ہوا۔ ہم نے مجبوراً کشتی روک لی۔ کنارے پر اتر آئے۔ اور تھوڑی دیر کے لئے اس سرزمین پر سیر کرنے کا ارادہ کیا۔ ہم لوگ بندوقیں اور چُھرے وغیرہ لے کر آگے بڑھے۔ تھوڑی ہی دور گئے تھے۔ کہ ہم نے ایک درخت دیکھا۔ جو بالکل ہی کانٹوں کا تھا۔ اس کا تنا موٹا تھا۔

لیکن وہ بھی کانٹوں سے لدا ہوا تھا۔ اور ایسا کبھی دیکھنے میں بھی نہ آیا تھا۔ بڑے تعجب سے ہم نے خدا کی قدرت کا معائنہ کیا۔ اور آگے بڑھے + تھوڑی ہی دور آگئے تھے۔ کہ ہم کو دور تک ہری ہری موٹی موٹی گھاس نظر آئی۔ ہم اس سے کچھ فاصلے پر تھے۔ اور ہم نے اس کی طرف توجہ بھی نہ کی۔ لیکن رفتہ رفتہ مڑتے ہوئے اس کے قریب ہی پہنچتے گئے۔ لیکن جب ہم قریب پہنچے۔ اور غور سے جو دیکھا۔ تو بس ہماری خوشی اور تعجب کی کچھ انتہا ہی نہ تھی۔ وہ خودرو گھاس گھاس نہ تھی۔ پونڈے اُگے ہوئے تھے۔ اگر ہم روزے سے نہ ہوتے۔ تو یقیناً اسی پر جھپاب پڑتے۔ ہم لوگ نہایت خوش ہوئے۔ اور فوراً پونڈے کاٹ کر ان کے تین گٹھے بنائے۔ اور اُٹھا کر کشتی پر لائے + میں نے احمد سے کہا۔ کہ ایک خط فوراً گھر کو لکھ دو۔ کہ ہم کو یہاں ایسی نعمت دستیاب ہوئی ہے + اس نے حسب ذیل خط لکھا:۔

۱۲۔ رمضان المبارک + ہم لوگ بخیریت ہیں۔ کشتی کنارے لگانی پڑی۔

اور اتفاقاً پونڈا دریافت ہوا۔ جو یہاں پر بہت کثرت سے اُگا ہوا ہے۔

ہم ساتھ لائیں گے +

راقم۔ احمد

ایک ذرا سے کاغذ کے ٹکڑے پر یہ رقعہ لکھ کر اور کبوتر کے داہنے بازو میں ایک ڈورے سے باندھ کر کبوتر کو اونچا اُڑا دیا۔ جو تھوڑی ہی دیر میں نظر سے اوجھل ہو گیا + دوپہر سے پیشتر ہی پیشتر جو طوفان سا اُٹھ رہا تھا۔ گم ہو گیا۔ اور ہوا نہایت عمدگی سے موافق چلنے لگی۔ ہم نے پھر بادبان تان دیئے۔ اور چل دیئے + آج ہماری افطار میں منجملہ اور چیزوں کے گنا بھی شامل تھا جس کی گنڈیریوں سے

نہایت ہی تازگی حاصل ہوئی + دو تین روز ہم کو یوں ہی گزر گئے۔ اور ہم سوائے کسی چشمے سے پانی لینے کے کھانے پکانے کو زمین پر بالکل نہیں اُترے۔ اور نہ ہی کوئی واقعہ قابل ذکر پیش آیا + ایک روز ہمارا ارادہ ہوا۔ کہ ایک جگہ اُتریں۔ اور کچھ اور معلومات میں ترقی دیں۔ چنانچہ اس خیال سے ہم لوگ بندوقیں وغیرہ لے کر اُترے۔ تھوڑی ہی دور آگے بڑھے ہوں گے۔ کہ جمال نے مجھ کو پکار کر کہا۔ کہ یہ کس کے پاؤں کا نشان ہے؟ چنانچہ میں نے دیکھا۔ نشان ننگے پیر کا تھا۔ اور ہم لوگوں میں سے کوئی بھی ننگے پیر نہ تھا + بس گویا میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ اور مجھ کو یقین ہو گیا۔ کہ یہاں آدم خور رہتے ہیں + انور نے بھی اتفاق کیا۔ اور ہم لوگوں کو اب ڈر لگنے لگا۔ اس خیال سے نہیں۔ کہ ہم لوگ ان سے کمزور ہیں۔ بلکہ کچھ ان کے نام ہی میں اتنی وحشت تھی۔ کہ بس یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ آدم خور آیا + ذرا سی آہٹ میں گمان ہوتا تھا۔ کہ آدم خور نہ ہو۔ فوراً ہی ہم لوگ کشتی پر چلے آئے۔ اور بندوقیں بھر کر بیٹھ گئے۔ پاؤں کا نشان بالکل ہی تازہ تھا۔ جس کی وجہ سے ہم کو شبہ تھا۔ کہ کہیں قریب ہی یہ لوگ ہوں گے۔ اور اسی وجہ سے ہم نے اپنی بندوقیں بھر لی تھیں +

مجھ کو اب نہایت ہی پریشانی تھی۔ اور رہ رہ کر خیال آ رہا تھا۔ کہ مبادا قصر صحرا پر ان لوگوں نے حملہ کر دیا ہو۔ غرض طرح طرح کے پریشان کن خیالات کا ہجوم ہو گیا۔ سب اپنی اپنی جگہ خاموش بیٹھے تھے۔ اور کشتی آہستہ آہستہ خاموشی کے ساتھ چل رہی تھی۔ غرض دن بھر اسی فکر میں کٹا۔ دوسرے روز صبح کوئی آٹھ بجے تھے۔ اور میں دوربین لئے ہوئے سمندر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کہ یکایک

میں نے زمین کی طرف رخ کیا + کیا دیکھتا ہوں۔ کہ دو آدمی قریب قریب ننگے۔ ہماری طرف بھاگے آتے ہیں۔ میری زبان سے ایک دم نکلا۔ لو وہ آہی گئے۔ گو وہ دور تھے۔ لیکن ہم سب بندوقیں بھر کر تیار ہو بیٹھے۔ اور کشتی کو خوب تیز کیا لیکن وہ بھاگتے ہی چلے آتے تھے۔ اور ہم سے قریب ہوتے جاتے تھے۔ مگر ان کے ہاتھ خالی تھے۔ کہ یکایک انہوں نے صاف ترکی زبان میں چلا کر کہا۔ کہ ٹھیر جاؤ۔ ہم لوگ اور بھی تعجب میں ہوئے۔ لیکن اب خوف بالکل نہ رہا۔ اور ناؤ روک لی +

جب یہ دونوں قریب پہنچے۔ تو معلوم ہوا۔ یہ دونوں حبشی غلام ہیں۔ کشتی کنارے پر لگا کر ان کو بلایا۔ اور ان سے کل حال پوچھا۔ تو ایک نے اپنا نام طومان بتایا۔ اور دوسرے نے مرجان + جب ان سے پوچھا۔ کہ تم لوگ یہاں کیسے آئے۔ تو انہوں نے کہا جیسے تم لوگ + حال دریافت کرنے سے معلوم ہوا۔ کہ وہ دونوں ہمارے ساتھ کے دوسرے جہاز پر تھے۔ اور اس کا مالک ایک ڈچ تھا۔ جب وہ جہاز ڈوبا تو یہ دونوں بچ کر اتفاقیہ کنارے آ لگے تھے + انہوں نے ہم سے کہا۔ کہ ہم لوگ بہت بھوکے ہیں۔ اور دو روز سے ہم کو کچھ نہیں ملا۔ میں نے ان کو کھانے کو دیا + ان کو یہ معلوم کر کے تعجب ہوا۔ کہ آج کل روزے ہیں +

قصہ مختصر ان کو کشتی میں بٹھایا۔ اور آگے چلے۔ دن بھر ان سے باتیں کرتے گزرا۔ انہوں نے بیان کیا۔ کہ وہ اکثر ساگ پات اور پھل وغیرہ پر بسر کرتے تھے۔ ایک جھونپڑی میں رہتے تھے۔ اور بارہا انہیں کچے گوشت کا قیمہ کچل کر کھانا پڑتا تھا۔ بکریاں وہ بھی گڑھا کھود کر پکڑا تے تھے۔ اور ان پر ہی گزارا کرتے تھے ان غریبوں کے پاس چاقو تک نہ تھے۔ صرف دو تین کیلیں تھیں۔ جو انہوں نے

ان تختوں میں سے نکال لی تھیں جن پر وہ بہ کر کنارے پر آ گئے تھے۔ اور انہیں کیلوں سے وہ کُل کام لیتے تھے۔ ہم نے ان سے جب اپنے یہاں کا ذکر کیا۔ تو بہت خوش ہوئے۔ اور کہا۔ ہم آج سے آپ کے غلام ہیں۔ اور خدا نے آپ کو ہمارے بچانے کے لئے بھیجا ہے۔ ان لوگوں کے پاس آگ بنانے کا بھی کوئی عمدہ ذریعہ نہ تھا۔ کبھی کبھار کیلوں کو پتھر پر مار کر بڑی دقت سے آگ نکالتے تھے۔ غرض یہ دونوں بڑی تکلیف سے رہتے تھے۔ میں نے احمد سے کہا۔ کہ ایک خط قصر صحرا کو اور بھیجو۔ اس نے حسب ذیل خط لکھ کر بذریعہ کبوتر روانہ کیا۔

۱۷۔ رمضان المبارک۔

اس جگہ دو آدمی حبشی جو دوسرے جہاز پر تھے۔ ہم کو ملے۔ ایک کا نام مرجان دوسرے کا نام طوبان ہے۔ یہ کسی طرح سے بچ کر کنارے آ لگے تھے۔ ساتھ لے لئے گئے ہیں۔ بخیریت ہیں۔

راقم احمد

ہم کو اب یقین ہو چلا تھا۔ کہ یہ جزیرہ ہے۔ کیونکہ جب ہم چلے ہیں۔ تو چلتے وقت کشتی کی بائیں جانب سورج طلوع ہوتا تھا۔ اور اب ہماری پشت کی جانب سے طلوع ہوتا تھا۔ اور رفتہ رفتہ داہنے ہاتھ کی طرف آتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک روز ٹھیک داہنے ہاتھ کو طلوع ہوا۔ اور اس سے صاف معلوم ہو گیا۔ کہ ہم نے جزیرہ کا نصف حصہ طے کر لیا۔ اور اب تک جزیرہ گولائی لئے ہوئے ہے۔ تھوڑے دن بعد ہمارے سامنے سورج طلوع ہونے لگا۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ اب ہم جہاں سے چلے تھے۔ پھر وہیں پہنچنے والے ہیں۔ اور دو تین ہی روز میں

ہمارے بائیں پر مشرق آجائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور ہم نے ایک اور خط روانہ کیا۔ کہ ہم پرسوں قصر پہنچیں گے۔

ہماری رفتار بھی اب تیز تھی۔ کیونکہ دونوں حبشی کشتی بہت اچھی طرح کھیتے تھے۔ ہم چلتے گئے اور ایک دن بعد ایسی جگہ آگئے۔ جہاں دوربین سے قصر کا جھنڈا صاف دکھائی دیتا تھا۔ یہاں حبشیوں نے چند درخت دیکھے۔ اور ذرا دیر کے لئے اترنے کو کہا۔ چنانچہ ہم اترے۔ اور انہوں نے ہم کو بہت درخت دکھائے۔ یہ پیڑ اونچے اونچے تھے۔ اور ان کے نیچے لاکھوں بیج پڑے تھے۔ حبشیوں نے بتایا۔ کہ وہ ان بیجوں کو کھاتے تھے۔ اور ان میں سے روغن بھی نکلتا تھا۔ چنانچہ میں نے اس کے کچھ پتے اور دس بارہ سیر بیج بھی رکھ لئے۔

دوسرے دن دوپہر سے پہلے ہی ہم پہنچ گئے۔ ہمارے استقبال کے لئے لوگ صبح سے تاک رہے تھے۔ نہایت گرم جوشی سے ہمارا استقبال ہوا۔ حبشیوں کو دیکھ کر سب خوش ہوئے۔ کیونکہ ایسے آدمیوں کی ضرورت بھی تھی۔ پونڈوں کو دیکھ کر بھی سب نہایت خوش ہوئے۔ بچوں کو اسی وقت کچھ بانٹ دیئے۔ اور باقی اٹھا رکھے۔ دن بھر نہایت ہنسی خوشی سے گزرا۔ سب کی رائے ہوئی۔ کہ ایک مرتبہ دوسری ناؤ بھی لے جائیں۔ اور بہت سا گنا لایا جائے۔ جس میں سے کچھ بیج کے لئے رکھا جائے۔ بیج میں نے میم صاحبہ کو دکھائے۔ انہوں نے بعد امتحان کے کہا۔ کہ یہ بہت عمدہ درخت ہے۔ اب یورپ میں بھی بعض جگہ پہنچ گیا ہے۔ بہت جلدی پھلتا ہے۔ اور اس کو اچھی طرح صاف کر کے تیل نکالا جائے۔ اور پھر تیل صاف کیا جائے۔ تو کھانے کے کام بھی آسکتا ہے۔

میم صاحبہ کے کہنے کے بموجب ہم نے اسے ایک عمدہ مقام پر بو دیا +

باقی روزے نہایت اچھی طرح کٹے۔ اور ہماری عید بھی اچھی طرح ہوئی + عید کے دن ہمارے پاس مٹھاس بھی تھی۔ یعنی گنے کا رس نچوڑ کر اس کی شکر بنائی تھی بکریوں کا دودھ تھا۔ آلو کی ٹکیاں تھیں۔ اور میٹھی کھجوریں تھیں + اپنے چھوٹے حوض کی تازہ تازہ مچھلیاں تھیں۔ غرض اس طرح ہماری عید ختم ہوئی۔ عید کی نماز بھی مسجد میں پڑھی گئی +

۱۸

نمک کی تو ہمارے پاس کوئی کمی نہ تھی۔ لیکن شکر بالکل نہ تھی۔ جس کی ہم کو اکثر خواہش ہوتی تھی۔ لہذا ہمارا ارادہ ہوا۔ کہ بہت سے گنے لائیں۔ اور شکر بنائیں۔ پس ایک دن اس کے لئے مقرر کیا گیا۔ اور ہم اپنی دونوں ناویں لے کر چلے۔ اس دفعہ چونکہ ہم کو بہت دور جانا نہ تھا۔ اس لئے چھوٹے بچوں کو بھی ساتھ لے لیا۔ دونوں حبشی بھی ساتھ تھے۔ ہم لوگ رات ہی کو تیار ہو گئے۔ اور رات کے دو بجے کے قریب کشتی کا لنگر اٹھا دیا۔ بچوں کو اتنی خوشی تھی۔ کہ رات کو بڑی مستعدی سے چلنے کو تیار ہو گئے صرف محمد کو پہلے کی طرح قصر پہنچوا دیا۔ کشتیاں ہم نے بہت عمدہ رفتار سے چلائیں۔ اور دوپہر ہوتے ہوتے ہم مقام مقصود پر پہنچ گئے + چھوٹے بڑے سب گنے کھانے اور کاٹنے میں مشغول ہو گئے۔ غرض دن بھر گنے کاٹے اور لادے گئے۔ محض تھوڑی سی دیر کے لئے کھانا کھانے کے لئے کام روکا گیا +

اتنے میں شام ہو گئی۔ اور رات کا کھانا نہایت لطف کے ساتھ کھایا گیا + اس کے بعد ہم لوگ ناؤں میں آرام سے سو رہے۔ اور گنے کنارے پر چڑھ کے

نیچے سو رہے۔ صبح تڑکے ہی ہم پہلے کی طرح چل دیتے۔ ہماری رفتار کچھ سست تھی۔ لیکن ہم قصر پر سورج غروب ہونے سے کچھ پہلے ہی پہنچ گئے + سب گنّے ایک جگہ انبار کر دیئے گئے۔ اور یہ معمول کیا گیا۔ کہ گنّے کو شگاف دے کر مروڑ کر چار پانچ سیر رس نکال لیا جاتا تھا۔ اور اس کو پکا کر راب بنائی جاتی تھی۔ جو کسی ٹاٹ یا سن کے بورے میں بھر دی جاتی تھی۔ اور اس کو ایک لکڑی کے انبار پر رکھ کر بہت سی لکڑیاں اور کنکر اوپر سے رکھ دیتے تھے۔ جس کی وجہ سے شیرہ جو کچھ بھی ہوتا تھا۔ نیچے بہہ جاتا تھا۔ اور حفاظت سے علیحدہ جمع کیا جاتا تھا۔ اسی طرح سے ہم نے بہت سی شکر بنائی۔ دو تین دفعہ اَور گنّے لائے۔ پھر تو اتنی شکر جمع ہو گئی۔ کہ کئی من تک نوبت پہنچی + اس کو رکھا اس طرح تھا۔ کہ تھوڑی سی تو خرچ کے واسطے نکال لی۔ اور باقی کو زمین پر پتیاں بچھا کر انبار کر دیا۔ اور انبار پر پھر بہت سی پتیاں رکھ کر پوشیدہ کر دیا۔ اور اوپر سے مٹی گیلی کر کے لیپ دیا۔ اور ایک برج سا بن گیا۔ یہ اس وجہ سے کیا گیا تھا۔ کہ چیونٹیاں اندر نہ جانے پائیں + جب شیرہ نکل جاتا تھا۔ تو شکر کچھ سُرخی مائل رہ جاتی۔ کھانے میں اچھی ہوتی تھی۔ اس طرح خدا نے شکر دی +

۱۹

ہم کو اب اس جگہ رہتے ہوئے دو تین برس ہو گئے تھے۔ اس عرصے میں ہم نے بہت ترقی کر لی تھی۔ جوں جوں ضرورتیں پیش آتی جاتی تھیں۔ مکان وغیرہ میں بھی ترقی ہوتی جاتی تھی۔ ہماری کاشت بہت کامیاب ثابت ہوئی تھی۔ بہت سی عمدہ عمدہ اور مفید تر کاریاں بھی دریافت ہوتی رہی تھیں۔ قصر صحرا میں اب ہمیشہ رات کو روشنی رہتی تھی۔ کیونکہ مچھلی کی چربی سے بتیاں بنائی جاتی تھیں۔ اور اس درخت سے جو حبشیوں

نے ہم کو بتایا تھا۔ تیل کافی دستیاب ہوتا۔ اور چراغ جلانے کے کام آتا تھا۔ گنّے ہمارے یہاں خود بوئے جاتے تھے۔ غرض ہر چیز میں ہم نے ترقی کر لی تھی +

گرمیوں کے دن تھے۔ کہ ایک روز سب نے یہ کہا۔ کہ کسی دن ناؤ پر کنارے کنارے کہیں ایک آدھ دن کے لئے دَورے پر چلیں + میں نے بھی سوچا۔ کہ اچھا ہے۔ لطف رہے گا۔ کچھ مچھلی کا شکار ہوگا۔ کچھ ویسا شکار ہوگا + خیر ایک دن مناسب دیکھ کر رات کے چار بجے ہم سب بچوں کو لے کر ناؤ پر روانہ ہوئے۔ اور صبح آٹھ بجے تک چلا کئے۔ ناؤ کو ایک نہایت ہی مصفّا چشمے کے قریب روک دیا گیا۔ سب اُتر پڑے۔ کوئی نہانے لگا۔ کوئی مچھلی کے شکار کو بیٹھ گیا۔ کوئی پیڑوں پر چڑھنے لگا۔ کوئی جھولا ڈال کر جھولنے لگا۔ غرض سب ادھر اُدھر ہو گئے۔ انور جمال کو لے کر کتّوں سمیت جنگل میں شکار کو نکل گیا + جب کبھی ہم اس طرح کی تفریح کے واسطے آتے تھے۔ تو سب لڑکے مل جل کر کھانا خود پکاتے تھے۔ اور اس میں بھی ایک قسم کا فائدہ تھا۔ کہ لڑکے کام کرنا سیکھ جائیں +

دس گیارہ بجے کے قریب انور اور جمال واپس آئے۔ اس روز شکار میں سوائے ایک خرگوش کے اَور کچھ نہ مل سکا۔ دو ایک مچھلیاں پکڑی گئی تھیں۔ غرض ان چیزوں کو سب لڑکوں ہی نے مل کر خوب اچھی طرح پکایا + چھوٹے بچّے مثلاً مصطفےٰ اور رابرٹ جو اس قسم کا کام نہ کر سکتے تھے۔ میم صاحبہ کی لڑکیوں کے ساتھ لکڑیاں چُن کر لاتے اور ضرورت کے وقت چشمے سے پانی بھر لاتے تھے۔ غرض خوب عمدہ کھانا تیار ہوا۔ اور ہم لوگوں نے کھایا۔ اس کے بعد ہم لوگوں نے کچھ دیر آرام کیا۔ اور لڑکے لڑکیاں ادھر اُدھر مختلف کھیل کھیلا کئے + کوئی چار بجے کے قریب ہم وہاں سے پھر

آگے روانہ ہوئے۔ اور رات تک چلا گئے۔ رات کو دس گیارہ بجے کے قریب ہم نے ناؤ ایک کنارے درخت سے باندھ دی۔ اور آرام سے سو رہے +

صبح تڑکے ہی پھر آگے روانہ ہوگئے۔ سورج نکل آیا۔ اور اب ہم اس تلاش میں تھے۔ کہ کہیں کوئی عمدہ چشمہ ملے۔ تو اس کے کنارے اتریں۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد ایک موڑ آئی اور ہم ایک چھوٹی سی خلیج میں پہنچ گئے۔ یہ نہایت ہی دل کش مقام تھا۔ وہاں ایک چھوٹا سا سلسلہ پہاڑیوں کا چلا گیا تھا۔ اس میں سے ایک چھوٹا سا چشمہ بہتا تھا۔ جو اس خلیج کے بائیں طرف سمندر میں جا ملا تھا + یہ جگہ ہم کو بہت پسند آئی۔ اور ہم سب اس جگہ اتر پڑے۔ مثل سابق لڑکے کھیل کود میں لگ گئے۔ میم صاحبہ کی چھوٹی لڑکی فلورا مچھلی پکڑنے بیٹھ گئی۔ اور انور جمال اور احمد کتوں کو ساتھ لے کر شکار کو چلے گئے۔ باقی لڑکے بچے اِدھر اُدھر کھیلنے لگے +

میں ایک پیڑ کے نیچے کپڑا بچھائے بیٹھا تھا۔ اور مصطفو اور رابرٹ سوکھی لکڑیاں لا لا کر جمع کر رہے تھے۔ کہ اتنی دیر میں فلورا نے ایک مچھلی پکڑی۔ اور چونکہ یہ نہایت عجیب قسم کی واقع ہوئی تھی۔ وہ مجھ کو دکھانے لگی۔ میں نے بھی واقعی ایسی مچھلی کبھی نہیں دیکھی تھی۔ یہ بیضاوی شکل کی واقع ہوئی تھی۔ اور اس کی داہنی اور بائیں طرف دونوں طرف ملا کر کل دس سفنے تھے۔ ان میں ایک بہت بڑا تھا۔ اور باقی سب چھوٹے چھوٹے تھے۔ یہ بڑا اسفنا اندازاً ہاتھ کی ہتیلی سے دُگنا بڑا تھا۔ گویا دو سفنے ایک مچھلی میں بڑے نکلتے تھے۔ یہ دونوں سفنے میں نے نہایت اچھی طرح نکال لئے۔ فلورا پھر مچھلی پکڑنے چلی گئی۔ اور یہاں اتفاقاً اس وقت اسی قسم کی اتنی مچھلی پھنسی۔ کہ تھوڑی سی دیر میں ہی اس نے سات اسی قسم کی مچھلیاں

اور پکڑیں + یہ دیکھ کر میں بھی جا بیٹھا۔ لیکن پھر سوائے ایک معمولی قسم کی مچھلی کے
کوئی نہ پھنسی + ان سب کے سفنے میں نے بہ حفاظت تمام رکھ لئے۔ کہ ممکن ہے
کسی کام آئیں +

اتنے میں انور بھی شکار سے واپس آ گئے۔ اور اس دفعہ کامیابی بھی ہوئی +
تین خرگوش مارے اور چار آبی جانور۔ یہ جانور انہوں نے ایک خوب صورت جھیل
سے مارے۔ جو وہاں سے تھوڑی دور واقع تھی + وہ اپنے ساتھ تھوڑے سے
کئی قسم کے پھول بھی لائے۔ جو انہوں نے وہیں کہیں سے توڑے تھے۔ یہ پھول
بہت خوب صورت تھے + اس کے بعد ہم نے کھانا پکایا۔ اور اچھی طرح سے کھایا کھانا
کھانے کے بعد لڑکے لڑکیاں سب ادھر اُدھر کھیلا کئے۔ حتّٰی کہ شام ہو گئی۔
شام کو جب سب نیچے آئے۔ تو مصطو اور ان کے دوست رابرٹ غائب تھے۔
ان دونوں کو ادھر اُدھر تلاش کیا۔ لیکن نہ ملے۔ اب ہم لوگوں کو پریشانی شروع
ہوئی۔ کہ الٰہی یہ دونوں کہاں بھاگ گئے۔ جوں جوں دیر لگتی جاتی سورج غروب
ہوتا جاتا تھا۔ اور ہم کو پریشانی کے مارے کچھ نہ سوجھتا تھا۔ جمال اور احمد کو میں
نے ناؤ پر اور لڑکوں لڑکیوں کے پاس چھوڑا۔ اور میں۔ انور۔ کمال اور بختیار کو ساتھ
لے کر تلاش میں مشغول ہوا + ہم لوگ بڑی دور تک نکل گئے۔ لیکن بچوں کا کوئی پتہ
نہ ملا۔ طرح طرح کے خیالات دل میں آ رہے تھے۔ اور ہم لوگ اب اندھیرے
میں جگہ جگہ چلاتے پھر رہے تھے +

اب اتنا اندھیرا ہو گیا تھا۔ کہ کچھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ اور ہم کو مجبوراً لمبی لمبی گھاس
پتوں اور خشک ٹہنیوں کا گٹھا باندھ کر جلانا پڑا۔ کہ کچھ راستا دکھائی دے + ذرا ذرا سی

دیر بعد کوئی جانور ادھر اُدھر نکل جاتا تھا۔ اور سوائے جھینگروں کی آواز کے کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ رات کے کوئی دس بج گئے تھے۔ اور ہم حیران و پریشان باؤلوں کی طرح جنگل میں جھاڑیوں جھاڑیوں ان بچوں کو ڈھونڈتے پھرتے تھے۔ طرح طرح کے خیالات کا ہجوم تھا۔ جس سے رہے سہے اوسان بھی خطا ہوتے جاتے تھے۔ کبھی خیال ہوتا۔ کہ یہ دونوں سمندر میں گر گئے ہوں گے۔ کبھی خیال ہوتا تھا۔ کہ ممکن ہے۔ کوئی جانور ہی لے گیا ہو۔ اسی طرح گھنٹوں گزر گئے۔ مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ یہاں تک۔ کہ آدھی رات بھی گزر گئی۔ اور کوئی پتہ نہ چلا +

اب لوگوں پر مایوسی طاری ہوگئی تھی۔ ہم ادھر اُدھر بھٹکتے پھر رہے تھے۔ کہ ایک معمولی سا چشمہ ملا جس کا پانی ایک نالے کی شکل میں بہ رہا تھا۔ ہم اس کے کنارے کنارے روانہ ہوئے۔ اور دور تک چلے گئے۔ یہ نالہ اب ہلکا ہوتا جاتا تھا۔ اور ایک سنگریزوں کی زمین پر سے ہو کر بہتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ آگے جا کر کسی دوسرے چشمے میں مل گیا ہے۔ چنانچہ آگے بڑھ کر ایسا ہی ثابت ہوا۔ اور یہاں دو چشمے آپس میں مل گئے تھے۔ ہلکی ہلکی پانی بہنے کی آواز معلوم ہو رہی تھی۔ کنارے کنارے دور تک چھوٹے چھوٹے پہاڑی ٹیلوں کا سلسلہ چلا گیا تھا۔ اور ان ٹیلوں کے دامن میں بہت سے مختلف پیڑوں کی قطاریں دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ یہاں ہم کو رکنا پڑا۔ کچھ تو اس وجہ سے کہ ہمارا راستہ رُک گیا تھا۔ اور کچھ اس وجہ سے کہ اب ہم سوچتے تھے۔ کہ کدھر جائیں +

اسی پس و پیش میں انور کی نظر ایک طرف پڑی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر جہاں پانی سنگریزوں سے ہو کر دو ڈیڑھ فٹ کی گہرائی میں گرتا تھا + انور ادھر گیا۔ اور ہم لوگ

بھی ادھر متوجہ ہوئے۔ کہ انور ایک دم سے بچوں کے نام لے کر چلّا اٹھا۔ اور چشم زدن میں دونوں بچے ہماری گود میں تھے۔ ہماری خوشی کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ ہم نے اس ناامیدی کی حالت میں بچوں کو پالیا۔ تھوڑی دیر تک ان سے باتیں کرتے رہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ وہ ہم لوگوں کی تلاش میں ادھر نکل آئے تھے۔ اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے یہاں رات ہو گئی تھی۔ اور وہ سو رہے۔ خیر تھوڑی دیر بعد ہم واپس ہونے کے ارادے سے چلے۔ لیکن جوں ہی روانہ ہونے لگے۔ رابرٹ نے کہا۔ کہ ہمارے کھیلنے کے پتھر وہیں رہ گئے۔ مصطفٰے نے بھی ضد کی۔ آخر پھر اسی جگہ گئے۔ اور کہا۔ کہ ڈھونڈھ لو۔ خیر انہوں نے چھوٹے چھوٹے دو ایک پتھر اٹھا لئے۔ میں نے کہا۔ کہ میں دیکھوں تمہارے پتھر کیسے ہیں۔

میرے تعجب کی کوئی حد نہ رہی۔ جب میں نے دیکھا۔ کہ جن پتھروں سے بچے کھیل رہے تھے۔ اور جنہیں وہ لینے آئے تھے۔ پتھر نہیں بلکہ سونے کی ڈلیاں ہیں۔ کچھ بچوں کی جیبوں میں تھیں۔ اور کچھ نیچے پڑی تھیں۔ اور آؤر بھی چھوٹی چھوٹی ڈلیاں آگے سنگریزوں تک پھیلی چلی گئی تھیں۔ جہاں پانی بہہ رہا تھا۔ اور کچھ چار چار اونگل پانی کے اندر پڑی تھیں۔ اسی وقت سب چن چن کر جمع کرنے لگے۔ اور یہاں تک چنیں۔ کہ صبح ہونے لگی۔ صبح سب کو جمع کر کے دیکھا۔ تو سخت تعجب ہوا۔ اور بے انتہا خوشی ہوئی۔ بڑی سے بڑی ڈلی وزن میں آدھ پاؤ کے قریب تھی۔ اور باقی اس سے چھوٹی چھوٹی۔ یہاں تک کہ ریزوں کے برابر تھیں۔ صبح تک ہم نے کوئی پندرہ سیر سونا جمع کر لیا۔ کپڑوں میں وہاں کی مٹی جمع کر لی تھی۔ جس میں بہت سے ایسے ریزے ملے ہوئے تھے۔ جو ہاتھ سے اٹھائے نہ جا سکتے تھے۔ ہم کو کچھ یقین نہ آتا تھا۔ کہ سچ مچ سونا ہے۔ قصہ مختصر ہم

صبح کی نماز پڑھ کر چلے۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر کیا۔ جس نے یوں ہم کو سونا بھی دیا۔ اور بچے بھی ملا دئیے + اس جگہ کو خوب اچھی طرح دیکھ کر ہم جہاں اُترے ہوئے تھے۔ وہاں چلے۔ اور دوپہر ڈھلنے کے بعد کشتی پر پہنچے۔ کل دوپہر کا کھانا ہم لوگ کھائے ہوئے تھے۔ اور بچوں کو اور بھی بھوک لگ رہی تھی۔ یہاں ہمارے لئے کھانا تیار تھا۔ ہم نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ اور تھوڑی دیر آرام کر کے قصر صحرا کی جانب روانہ ہوئے +

رات کے دس بجے ہم نے ایک جگہ کشتی روک کر آرام کیا۔ اور صبح تڑکے ہی پھر روانہ ہو گئے۔ اور دوپہر کے بعد آرام و اطمینان سے قصر صحرا پہنچ گئے۔ سب لوگ ہماری اس کامیابی پر بہت ہی شاداں ہوئے۔ ہم لوگ یہ خیال کر رہے تھے۔ کہ سونے کے ملنے کی وجہ سے ہم کس قدر امیر و کبیر ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ خیال کر کے بہت افسوس ہوتا تھا۔ کہ یہ ہمارے یہاں کس کام آسکتا ہے۔ یہاں تو اس کی قدر اسی کے ہم وزن گیہوں سے زائد نہ تھی۔ لیکن پھر بھی سونا تھا۔ اور ہم کو امید بھی تھی۔ کہ شاید وطن جا کر اس کو کسی کام میں لا سکیں۔ اور اس سے کچھ فائدہ اُٹھا سکیں۔ اور اسی کو غنیمت جانتے تھے +

۴۰

ایک دن محض شکار کے لئے ہم روانہ ہوئے۔ دونوں گدھوں پر ضروری اسباب لاد کر اور مرجان اور طوفان دونوں حبشیوں کو ساتھ لے کر ہم ساتھ روانہ ہوئے گرمیوں کے دن تھے۔ اور ہم لوگ صبح ہی روانہ ہو گئے۔ دن بھر نہایت پُرلطف شکار رہا۔ رات ہم نے ایک چشمے کے کنارے نہایت عمدہ جگہ کاٹی۔ دوسرے روز پھر آگے روانہ ہوئے۔ مختلف جگہ سے ہوتے ہوئے ایک بڑے میدان میں آئے اور مجھ کو خیال ہوا۔ کہ اس جگہ شتر مرغ ضرور ہوں گے۔ کیونکہ ہم نے کئی برس پہلے بھی

اسی جگہ دیکھے تھے۔ اور وقتاً فوقتاً دیکھتے رہے تھے۔ لیکن ان تک ہمیں رسائی نہیں ہوئی تھی +

آفتاب کی تمازت کافی تیز ہوگئی تھی۔ اور ہم نے ایک پیڑ کے سائے میں اپنا سامان اتارا۔ قریب ایک ٹیلہ تھا۔ اس پر میں چڑھ گیا۔ اور دوربین لے کر ادھر ادھر دیکھنے لگا + جہاں میں کھڑا تھا۔ وہاں سے کچھ فاصلے پر داہنی جانب شتر مرغ دکھائی دیئے۔ جیسے اس سے پہلے اکثر دیکھنے میں آئے تھے لیکن اب یہ معاملہ در پیش تھا۔ کہ ان تک پہنچیں کیونکر۔ کیونکہ وہ نہایت ہی تیز رَو ہوتے ہیں۔ اور اکثر اتنے تیز رَو ہوتے ہیں۔ کہ تیز سے تیز گھوڑا ان کی گرد پا کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن میں نے ہمت کی۔ اور کتّوں کو ساتھ لے کر انور اور لڑکوں سمیت ادھر کا رُخ کیا۔ کوئی آدھے گھنٹے کے بعد وہ ہم کو خوب اچھی طرح نظر آنے لگے کوئی دس کے قریب بڑے بڑے تھے۔ اور باقی تین چار نوجوان بچے تھے ہم لوگ اس طرح چھپ چھپ کر ان کے قریب پہنچ رہے تھے۔ کہ وہ ہم کو دیکھ نہ سکتے تھے۔ ہمارا یہ ارادہ تھا۔ کہ ان کو بندوق کی زد میں لے لیں۔ اور پھر قسمت آزمائی کریں + ہم علیحدہ علیحدہ ہلال کی صورت میں بہت چھپ چھپا کر آگے بڑھ رہے تھے۔ کبھی چھوٹے چھوٹے ریتیلے ٹیلوں کی آڑ میں ہو جاتے تھے کبھی کوئی جھاڑی درمیان میں دیتے تھے +

ان جانوروں میں سے دو ایک بیٹھے تھے۔ اور باقی کھڑے تھے + ہم نے یہ طے کر لیا تھا۔ کہ سوائے بڑے جانور کے بچوں کو نہ ماریں گے۔ اور یہ بھی طے کر لیا تھا۔ کہ پہلے میں بندوق چلاؤں گا۔ بعد ازاں سب اپنی اپنی تقدیر

آزمائی کریں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ میں ایک پیڑ کی آڑ میں پہنچا۔ جو ذرا اونچی زمین پر تھا دو تو بالکل میری زد میں تھے۔ اور میں نے گولی بھر رکھی تھی + ان دونوں میں ایک بہت بڑا تھا۔ اور ایک معمولی۔ میں نے نہایت ہوشیاری سے ایک کپڑے کا اشارہ کیا۔ جس سے سب سمجھ گئے۔ اور ہوشیار ہوکر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ میں نے بڑے شتر مرغ کے بازو کے قریب دوہرے بدن پر نشانہ نہایت ہوشیاری سے لے کر فیر کیا۔ ساتھ ہی اَور فیر ہوئے۔ اتفاق کی بات سب نے اسی بڑے کے اوپر فیر کیا تھا۔ اور یہی بعد میں متعدد گولیوں کے نشانوں سے ثابت ہوا + ایک شور مچا۔ اور دھواں پھیل گیا۔ چاروں طرف کی آوازوں سے یہ جانور ایسے گھبرا گئے۔ کہ جس کا جدھر منہ اُٹھا بھاگ گیا +

جمال اپنی جگہ کھڑا اپنی بندوق بھر رہا تھا۔ کہ اتنے میں ایک نوجوان شتر مرغ کا بچہ بدحواس ہوکر بھاگا آیا۔ اس نے جمال کو نہ دیکھا۔ اور اس کے اوپر سیدھا بھاگا چلا آیا۔ جمال نے دونوں ہاتھوں میں بندوق اُٹھا کر بچّے کے سامنے کر دی چشم زدن میں اس شتر مرغ کے بچّے نے جمال کو گرا دیا۔ اور اندھا دھند بھاگے گیا۔ ایسا کرنے میں بندوق کو گلے میں لٹکانے کے واسطے جو رسی بندھی تھی۔ بچّے کی گردن میں پڑ گئی۔ ہم لوگ اس کے پیچھے دوڑے اور انور وہیں رہ گیا شتر مرغ خوب تیز بھاگا جاتا تھا۔ اور ہم اس کا پیچھا کر رہے تھے۔ بندوق اس کی گردن میں سے سرک کر اس کی ٹانگوں میں بھی آگئی۔ اور اس کا داہنا بازو بری طرح پھنس گیا۔ لیکن پھر بھی وہ لڑکھڑاتا ہوا بھاگے ہی گیا۔ آخر کار بندوق اَور بھی اچھی طرح اُلجھ گئی۔ یہاں تک کہ کوئی ڈیڑھ میل کے فاصلے پر وہ الجھ کر گر پڑا۔

ہم لوگ برابر پیچھے پیچھے لگے آرہے تھے۔ چنانچہ آخر کار ہم نے اس کو گرفتار کرلیا۔ اور بڑی دقت وجانفشانی سے اس کی ٹانگیں کس کر باندھیں۔ اس کی گردن اور داہنی ران بالکل چھل گئی تھی۔ اور ران سے قدرے خون نکل رہا تھا۔ اس کے بازو چھوٹے چھوٹے تھے۔ اور کئی جگہ بال بالکل نہیں اُگے تھے۔ اب احمد کو اس جگہ روانہ کیا۔ جہاں طومان کو گدھوں کی حفاظت کے لئے چھوڑ آئے تھے۔ تاکہ وہ وہاں سے دونوں گدھوں کو لے آئے۔ اور اسباب وہیں چھوڑ آئے جب دونوں گدھے آگئے۔ تو اب سوچا۔ کہ اس کو گدھوں پر کس طرح رکھا جائے بڑی دقت سے سب نے مل کر اس کو گدھے پر لادا۔ اور تھوڑی تھوڑی چل کر یکے بعد دیگرے دونوں گدھوں پر لاد دیتے تھے۔ ہم نے اس طرح بے بس کرکے باندھا تھا۔ کہ ہل جل بھی نہ سکتا تھا۔ یہاں سے گدھے کو اسباب کے پاس بچے سمیت روانہ کیا۔ اور میں انور کے پاس واپس گیا۔ اس کو جب معلوم ہوا۔ کہ بچہ گرفتار کرلیا گیا ہے۔ تو بہت خوشی ہوئی۔ انور نے ہم لوگوں کی غیر حاضری میں عمدہ عمدہ پر سب نوچ رکھے تھے۔ چونچ اور سر وغیرہ بھی علیحدہ کرلیا تھا۔ میں نے انور سے کہا۔ کہ اس کا سنگدانہ نکال لے کیونکہ میں نے اکثر سنا تھا۔ کہ اس میں عمدہ عمدہ پتھر نکلتے ہیں۔ چنانچہ سنگدانہ بھی نکال لیا گیا۔ اس کے بعد ہم لوگ وہیں واپس گئے۔ جہاں اسباب رکھ کر آئے تھے۔ اور شتر مرغ کو گدھوں اور چیلوں کی ضیافت کے لئے چھوڑ آئے۔ یہاں آکر ہم نے شکم سیر ہوکر کھانا کھایا اور تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد چل دیئے۔ رات کو ایک عمدہ مقام پر بسر کی۔ اور پھر چل دیئے۔ ہم نہیں بیان کرسکتے۔ کہ ہم کو کن کن مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا

دونوں گدھوں پر جو کچھ اسباب تھا۔ وہ سب ہم کو لادنا پڑا۔ اور پھر گرمی کی شدت سے جگہ جگہ پڑاؤ کرنے پڑتے تھے۔ اور نہایت آہستہ آہستہ راستہ طے ہوتا تھا +

ہاں۔ راستے میں ایک اور قابل ذکر بات پیش آئی۔ ہم چلے آرہے تھے۔ کہ ہم کو شتر مرغ کے بہت سے انڈے ریت میں پڑے ہوئے ملے۔ اس کے اردگرد کچھ موٹی موٹی لکڑیاں تھیں۔ اور یہی گھونسلا تھا۔ جب میں ان کو جھکا ہوا دیکھ رہا تھا۔ تو میرا بھاری چھرا کمر سے نکل کر انڈوں پر گر پڑا۔ اس کی ضرب سے ایک انڈا پھوٹ گیا۔ اور اس کے اندر سے ایک بچہ نکلا۔ جو ابھی بالکل نامکمل تھا۔ حتیٰ کہ جان تک نہ پڑی تھی۔ اس وجہ سے میں نے مناسب نہ سمجھا۔ کہ ان میں سے کسی انڈے کو چھوڑوں۔ اور پھوٹے ہوئے انڈے کو ریت میں دفن کر دیا + میرا ارادہ یہ ہوا۔ کہ اس جگہ تاک لگائے رہوں۔ کہ بچے کب نکلتے ہیں۔ تاکہ پالنے کے لئے لے جاسکوں + غرض ہمارا راستہ بہت دشواری سے کٹا۔ ہم دن بھر اُٹھتے بیٹھتے چلا کئے۔ اور اتنا سامان ہمارے کندھوں پر نہ ہوتا۔ اور دھوپ تیز نہ ہوتی تو ہم قصر باسانی پہنچ جاتے + رات ہم نے ایک مناسب جگہ قیام کیا۔ اور صبح تڑکے ہی اُٹھ کر پھر چل دیئے سگتے حسب دستور آگے آگے بھاگتے جاتے تھے۔ اور ایک دم سے معلوم ہوا۔ کہ وہ کسی جانور سے دست و گریبان ہو گئے۔ ہم لوگ اپنے کندھوں پر سے اسباب اتار کر اس طرف لپکے۔ تو کیا دیکھا۔ کہ ایک زبردست بکرے کو کُتے دابے ہوئے ہیں۔ اور وہ زور کر رہا ہے۔ ہم نے جلدی سے دوڑ کر بکرے کو چھڑایا۔ اور ذبح کیا + وہ ایسی بُری طرح زخمی ہوا تھا۔ کہ زندہ نہ رہ سکتا تھا۔ کیونکہ اس کے پٹھے پر ایک گولی لگی تھی۔ شاید یہ وہی

تھا جس کو انور نے ہفتے بھر کا عرصہ ہوا۔ زخمی کیا تھا۔ لیکن یہ بھاگ گیا تھا۔ مارنے کو تو مار لیا۔ لیکن اب یہ اوز بوجھ گلے پڑا۔ لیکن ہم نے اس کی کھال اتار لی۔ کچھ عمدہ گوشت لے لیا۔ باقی وہیں ڈال دیا۔ اور آگے چلے + دوپہر تک ہم کشاں کشاں قصر صحرا پہنچے۔ بہت گرمجوشی سے ہمارا استقبال ہوا۔ اور سب ہماری سرگزشت سُن کر حیران ہوئے + یہاں آکر معلوم ہوا۔ کہ مصطفو پیڑ پر چڑھے تھے۔ اور اس پر سے گر پڑے تھے۔ جس کی وجہ سے منہ ناک سوج کر ایک ہو گیا تھا +

اس بچے کو یہاں آکر کھولا گیا۔ اب تک ہم نے اس کو کچھ بھی نہ دیا تھا۔ لیکن اب کچھ دانہ وغیرہ دیا گیا۔ بھوک وہ بُری بلا ہے۔ کہ بخوشی کھانے لگا + پانی بھی دیا گیا۔ کیونکہ پیاس اس کو راستے ہی میں بہت تھی۔ لیکن ہم نے اس کو ایک بوند تک نہ دی تھی + رفتہ رفتہ وہ ہم سے بہت مانوس ہو گیا۔ اس میں وحشت شروع ہی میں بکریوں کی نسبت کم تھی۔ یہ ہم سے اتنا مانوس ہو گیا تھا۔ کہ آواز پر ساتھ ساتھ آتا تھا + مصطفو اب کافی سمجھ دار ہو گئے تھے۔ مگر ان کی شرارتیں نہ گئی تھیں۔ رابرٹ کا بھی یہی حال تھا۔ میں نے تجویز کیا تھا۔ کہ ان دونوں کے لئے یہ نہایت عمدہ سواری ہو گی۔ چنانچہ رفتہ رفتہ یہی ہوا۔ اس کی ناک میں ایک ڈوری ڈال دی گئی تھی۔ جو لگام کا کام دیتی تھی + قریب قریب اس پر سب لڑکے سواری کرنے لگے تھے۔ میں نے سنگدانے کو یہاں آکر چیرا۔ تو واقعی اس میں سے ہر قسم کے اور ہر جسامت کے پتھر نکلے +

۲۱

ہمیں اس غریب الوطنی میں خدا کے فضل سے اب کسی قسم کی تکلیف نہ تھی۔ ہر طرح کی دولت سے مالا مال ہو گئے تھے۔ لیکن انسان کو ہمیشہ آرام نہیں ملتا۔ اور کوئی نہ کوئی

مصیبت لگی ہی رہتی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہمارے ساتھ ہوا یعنی یہ سانحہ جانکاہ پیش آیا۔ کہ صرف پندرہ روز کی معمولی علالت کے بعد میم صاحبہ نے انتقال فرمایا۔ ان کی قبر قصر صحرا سے فرلانگ بھر کے فاصلے پر بنائی گئی۔ ان کی وصیت یہ تھی۔ کہ ان کے بچوں کی اچھی دیکھ بھال کی جائے۔ خواہ وہ اپنے مذہب پر آیندہ قایم رہیں۔ اور خواہ ہمارا مذہب اختیار کریں۔ غرض انہوں نے مجھ کو اپنے بچوں کا ولی قرار دیا۔

ہمارے پاس اب خدا کی عنایت سے سب کچھ تھا۔ خدا ہم کو اس جگہ پر ضرورت کی سب چیزیں مہیا کر رکھتا تھا۔ غلہ ہم جہاز پر سے تھوڑا بہت لائے تھے۔ مگر اتنا نہ تھا۔ جو ہمارے لئے برسوں یا مہینوں کافی ہوتا۔ اس وجہ سے ہم نے بہ حفاظت رکھ چھوڑا تھا۔ اور کم خرچ کرتے تھے۔ جب ضرورت ہوتی خرچ کیا جاتا۔ ورنہ جس طرح بھی ممکن ہوتا۔ جزیرے کی پیداوار پر گزران کرتے۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں بعد جب ہم کو ہر طرف سے اطمینان ہوگیا۔ تو ہم نے ہر غلے کی عمدہ کاشت کر لی۔ چشمے کا پانی اتنا تھا۔ کہ ہم کو ہر طرح آرام رہا۔ ہم نے ایک ایک وسیع مقام پر کاشت کی تھی۔ جہاں پانی تھوڑی ہی دقت سے خودبخود پہنچ جاتا تھا۔ ہم کو اس میں ہر طرح کامیابی ہوئی۔ تین چار قسم کے غلے کی پیداوار بہت اچھی ہوگئی تھی۔ اور رفتہ رفتہ اتنا اناج پیدا ہوا۔ کہ ہم نے کاٹ کاٹ کر حفاظت سے رکھ لیا۔ کاشت اتنی ہی کی جاتی تھی۔ جتنی ہم آسانی سے کاٹ کر جمع کر سکتے تھے۔ جانوروں کے لئے بھوسہ بہت تھا۔ غلہ جو استعمال سے زائد بچتا۔ غاروں میں حفاظت سے رکھ دیا جاتا۔ بکریوں کی اس جزیرے میں کوئی کمی نہ تھی۔ ہم لوگ وقتاً فوقتاً شکار کو جاتے۔ اور ان کی کھالوں سے ہر قسم کا کام لیتے تھے۔ ہم انہیں کھالوں سے بھدے بھدے جوتے بھی بنا لیتے تھے۔ پانی کی مشکیں

وغیرہ بھی اسی کی بنائی جاتی تھیں۔ کپڑے کی ایک حد تک تکلیف تھی۔ سن کے کپڑے بالسنوں کی نیلیوں سے بنے جاتے تھے۔ اور ان کے اندر جاڑوں میں روئی کی بجائے بھیڑوں اور بکریوں کی اون بھری جاتی تھی۔ علاوہ اس کے کوٹ وغیرہ اور اکثر کل کپڑے چمڑے کے بنانے پڑتے تھے۔ جو جاڑے میں نہایت آرام دہ ہوتے تھے۔ غرض تن پوشی کا سامان کافی تھا ❖

اب بکریوں۔ بھیڑوں کا گلہ کا گلہ ہو گیا تھا۔ دودھ دہی۔ پنیر۔ مکھن کی کوئی کمی نہ تھی۔ مچھلیاں ہر وقت موجود ہی رہتی تھیں۔ اور جب کم ہو جاتی تھیں۔ تو اور پکڑ کر حوض میں بھر دی جاتی تھیں۔ مرغیاں۔ کبوتر اور بطیں سیکڑوں کی تعداد میں ہو گئی تھیں۔ اور ان کے واسطے اب بڑے بڑے کمرے بنانے پڑے تھے ❖ اسی طرح بھیڑوں۔ بکریوں کے واسطے بڑی دشواری اُٹھانی پڑتی تھی۔ یہ اتنی ہو گئی تھیں۔ کہ رکھنا محال تھا۔ مگر جنگلی ہونے کی وجہ سے ان کو کوئی تکلیف نہ ہوتی تھی۔ پیڑوں کے سائے میں کمر کمر دیواریں مٹی اور کنکر کی بنا دی تھیں۔ اور ان پر برسات سے بچنے کے لئے جابجا چھپر بھی ڈال دیئے تھے۔ بہت سی ایسی تھیں۔ کہ دودھ دُہنے تک کی باری نہ آتی تھی ❖

ہم نے بہت سے عمدہ عمدہ مٹی کے برتن بھی بنائے تھے۔ مثلاً جانوروں کے پانی پینے کے کونڈے۔ پانی کے گھڑے وغیرہ۔ سیپیاں شروع ہی سے ہم کو چمچوں اور رکابی کا کام دیتی تھیں۔ شتر مرغ نہایت ہی مانوس ہو گئے تھے۔ اور ان پر بڑی کام یابی سے سواری کی جاتی تھی۔ گدھے بھی ہمارے پاس دس گیارہ تھے۔ قصر کے آگے رفتہ رفتہ ایک پختہ برآمدہ نہایت عمدہ بنا لیا تھا۔ لکڑی کے

ڈبے میں اینٹیں پاتھ پاتھ کر بہت سی رکھ لی تھیں جب کافی ہوگئیں۔ تو ہم نے ان کو پکا کر بہت ہی آہستہ آہستہ عمارت کا کام شروع کر دیا تھا۔ برآمدے کے چار دَر تھے۔ اور بڑے دروازے کے سوا دو دروازے قصر میں اَور پھوڑ لئے تھے اس کو اوپر نیچے غرض چاروں طرف سے کاٹ چھانٹ کر درست کر لیا تھا۔ اور اس پر اینٹیں اور پلستر لگا کر بالکل مکان بنایا تھا۔ سامنے برآمدے کی چھت پر ایک اَور لکڑی کا کمرہ بنایا تھا۔ اور اس کے سامنے برآمدے کے طور پر ایک چھوٹا سا چھپّر پڑا رہتا تھا۔ جب ہم اکثر شکار کو جاتے۔ تو ہمارے ساتھ بکریوں کی کھال کا خیمہ ہوتا۔ چارپائیاں بھی بہت سی تھیں۔ اور اب پہلے کی طرح کوئی زمین پر نہ سوتا تھا۔ اور چھوٹے چھوٹے خوب صورت بجرے بھی تھے۔ جو چشمے میں ڈالے گئے تھے۔ ان پر سیر و تفریح کرتے ہوئے ہم سمندر میں پہنچ جاتے تھے۔ ہماری کشتی بھی اب چشمے سے ہو کر قصر تک آجاتی تھی + ان باتوں سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ اب ہماری حالت پہلے کی نسبت بہت اچھی تھی +

۲۲

ہم کو اسی طرح رہتے ہوئے برسوں گزر گئے۔ اور کوئی قابلِ ذکر واقعہ پیش نہ آیا + ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ تیسرے پہر کا وقت تھا۔ نہایت خوش گوار ہوا چل رہی تھی۔ ہم لوگ تفریح کے واسطے سمندر کے کنارے کھڑے تھے۔ اور کبھی کبھی دوربین سے سمندر کی طرف دیکھتے تھے۔ اور کبھی آسمان کی طرف۔ انور نے دیکھتے دیکھتے دوربین میرے ہاتھ میں دی۔ اور مجھ سے کہا۔ کہ سامنے دیکھنا۔ کیا نظر آرہا ہے۔ جہاز تو نہیں ہے۔ میں نے دوربین لی۔ تو واقعی کوئی چیز متحرک

نظر آ رہی تھی۔ اور سوائے جہاز کے اَور کوئی چیز ہو ہی نہ سکتی تھی۔ ہم لوگوں میں ایک گڑبڑی سی پڑگئی۔ اور ہم خوش بھی ہوئے۔ کہ ممکن ہے۔ ہم لوگ کچھ گھر کی خبر پا سکیں چنانچہ جو جھنڈا قصر کے اوپر نصب تھا۔ فوراً منگوایا گیا۔ اور ایک اونچے پیڑ پر ایک بالس سے اَور اونچا کرکے لگا دیا گیا۔ تاکہ دور سے دکھائی دے سکے۔ تھوڑی ہی دیر میں ایک اَور جہاز اس سے قدرے پیچھے دکھائی دیا۔ یہ اس سے بڑا معلوم ہوتا تھا۔

ہم لوگ برابر جہازوں کو دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ دونوں جہازوں میں بہت فاصلہ معلوم ہونے لگا۔ اور اتنے میں اندھیرا بھی ہوگیا۔ قصر پہنچ کر گھنٹوں اس کی نسبت باتیں ہوا کیں۔ خدا خدا کرکے صبح ہوئی۔ اور ہم لوگ فوراً دوڑے دوڑے کنارے پر گئے۔ مگر کچھ دکھائی نہ دیا۔ اور ہم لوگ جھک مار کر واپس چلے آئے۔ لیکن حبشی کو دوربین دے کر بٹھا دیا۔ کہ اگر تم کو نظر پڑے۔ تو بتانا۔ گھنٹہ گھنٹہ بھر بعد ہم کنارے پر آتے تھے۔ اور ہر دفعہ ناکام واپس چلے جاتے تھے۔ کوئی ڈیڑھ گھنٹے بعد لوگوں کو پھر جہاز نظر آیا۔ اور اس دفعہ بالکل صاف دکھائی دیا۔ ہم لوگ شور مچانے لگے۔ تاکہ ہماری آواز وہاں تک پہنچ سکے۔ اور ساتھ ہی دو تین فیر توپ کے بھی داغ دیئے۔ جہاز ہماری طرف متوجہ ہوا۔ اور اس نے ادھر کا رخ کیا۔ ہم لوگ نہایت خوش ہوئے۔ اور جب تھوڑی دور آکر جہاز ٹھیرا۔ تو ہم نے حسب دستور بائیس فیر توپوں کے بطور سلامی کے سر کئے۔ کیونکہ اس وقت اس جہاز پر انگریزی شاہی جھنڈا اُڑ رہا تھا۔ لیکن ہماری توپوں کی سلامی کا جواب مطلق نہ ملا۔ اگرچہ یہ صاف ظاہر تھا۔ کہ ترکی جھنڈا انہوں نے دیکھا۔

جہاز والوں نے دو تین کشتیاں اتاریں۔ اور ان پر بیٹھ کر کنارے پر آئے۔ ہم نے بہت گرمجوشی سے ان کا استقبال کیا۔ لیکن انہوں نے روکھے پن سے جواب دیا۔ اس کے بعد انہوں نے ڈچ زبان میں مجھ سے کچھ پوچھا۔ لیکن میں نہ سمجھا۔ حبشی غلام یہ زبان جانتا تھا۔ وہ پاس کھڑا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا۔ کہ یہ پوچھتے ہیں۔ کہ تم کون ہو۔ اور یہاں اس جگہ کیونکر پہنچے؟ اس کا جواب ان کو مفصل دیا گیا + اس کے بعد انہوں نے اور سوالات بھی کئے + اس کے بعد میں نے پوچھا کہ آپ لوگ کہاں رہتے ہیں۔ کہاں جا رہے ہیں۔ اور دوسرا جہاز کس کا تھا؟ یہ سُن کر سب ہنسنے لگے۔ اور ایک ان میں سے بولا۔ کہ ہم رات دن سمندر میں رہتے ہیں اور وہیں ہم کو خدا کھانا دیتا ہے۔ اور وہ جہاز بھی ہمارا ہی ہے۔ یہ سن کر میری روح قبض ہو گئی۔ اور معلوم ہوا۔ کہ وہ قزاق ہیں۔ میں نے ان سے بہت خوشامدانہ لہجے میں کہا۔ کہ میرے ساتھ چلئے۔ چنانچہ وہ راضی ہو گئے۔ اور میں ان سب کو قصر لے گیا۔ یہاں پہنچکر ان لوگوں کو بہت تعجب ہوا۔ اور میں نے ان کو سب چیزیں دکھائیں۔ اتنے میں ان میں سے دو تین واپس جہاز پر چلے گئے۔ اور باقی آدمی ہماری چیزیں بہت تعجب کے ساتھ دیکھتے رہے +

وہ دو تین آدمی اپنے جہاز کے کپتان کو بلانے گئے تھے۔ چنانچہ وہ بھی تھوڑی دیر میں آگیا۔ یہ شخص معمولی قد کا آدمی تھا۔ ہاتھ پیر نہایت مضبوط معلوم ہوتے تھے۔ ننگے سر تھا۔ اور اس کے لمبے لمبے بال کندھوں تک لٹک رہے تھے۔ اس کی چمکیلی آنکھوں سے چالاکی عیاں تھی۔ اور چہرے سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ پورا قزاق ہے۔ ہم لوگوں نے اس کی بہت تعظیم کی۔ اور جو کچھ بھی ہو سکا

اس کو خوش کرنے کے لئے پیش کیا۔ اس کی نظر ہر ایک چیز پر بڑے غور سے پڑ رہی تھی۔ وہ اصطبل میں گیا۔ اور سب چیزیں دکھیں۔ شتر مرغ دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ اس کے بعد مرغیاں۔ کبوتر وغیرہ سب جانور دیکھے۔

جب سب دیکھ چکا۔ تو آکر خاموش کھڑا ہو گیا۔ اور تھوڑی دیر بعد حبشی سے یہ کہلوایا کہ ہم کو بہت سی چیزوں کی سخت ضرورت ہے۔ اور ہم سب مرغیاں۔ بکریاں۔ بھیڑیں وغیرہ آپ سے لے لیں گے۔ یہ سُن کر ہم لوگوں کے حواس جاتے رہے۔ لیکن میں نے کہا۔ کہ اگر آدھی چیزیں لے لی جائیں۔ تو بہتر ہے۔ ورنہ ہم لوگوں کو سخت تکلیف ہوگی۔ اس نے یہ سُن کر صرف سر ہلایا۔ ہم لوگ بہت خوشامد کرنے لگے۔ لیکن وہ کچھ نہ بولا۔ اور جب ہم لوگوں نے بہت زور دیا۔ تو اس نے اس حبشی کو جو اس سے بات کر رہا تھا۔ بُری طرح ٹھوکر لگائی۔ اور الگ ہٹا دیا۔ یہ دیکھ کر ہم لوگ بہت گھبرائے۔ اور ساتھ ہی غصّہ بھی بہت آیا۔ اور انور نے میرے کان میں یہاں تک کہا۔ کہ میں اس کپتان کو مارے ڈالتا ہوں۔ لیکن میں نے اس کی بہت خوشامد کی اور روکا۔ کہ کہیں ایسا نہ کرنا۔ کپتان اپنی بندوق پر ٹھوڑی رکھے کھڑا تھا۔ اور ہم لوگ سوچ رہے تھے۔ کہ کیا کریں۔ اتنے میں اور بہت سے آدمی جہاز پر سے آگئے۔ اور کارروائی شروع ہو گئی۔ یعنی سب جانور وغیرہ پکڑ پکڑ کر کنارے پر پہنچائے جانے لگے۔ اور وہ آدمی بڑی سرعت سے سب چیزیں اُٹھانے لگے۔ ہم لوگ بڑی حسرت سے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ کہ ہماری آٹھ دس سال کی محنت پر یوں پانی پھرا جا رہا ہے۔ ہم سب لوگ ایک ہی جگہ کھڑے تھے۔ جمال۔ احمد اور انور کو بہت غصّہ آ رہا تھا۔ لیکن میں ان کو برابر روک رہا تھا۔ کہ مان جاؤ۔ ورنہ اس سے بھی زیادہ نقصان اُٹھانا

پڑے گا +

کپتان اکیلا کھڑا تھا۔ کہ اتنے میں اس کے پاس ایک اور آدمی آیا۔ اس سے وہ باتیں کرنے لگا۔ اتفاق کی بات طومان حبشی بھی قریب کھڑا تھا۔ جو ہم دونوں میں بات کرنے کا ذریعہ تھا۔ وہ ایک دم سے میرے پاس آیا۔ اور نہایت گھبرا کر کہنے لگا۔ کہ ہوشیار ہو جایئے۔ کپتان نے اس آدمی سے کہا ہے۔ کہ اسباب وغیرہ لینے کے بعد بہتر ہے۔ کہ ہم لوگوں کو قتل کر ڈالا جائے + میں بہت گھبرایا۔ اور انور سے کہا۔ اب کیا تھا۔ انور کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ اور ہم سب لوگ غصے سے کانپنے لگے اب میں سوچنے لگا۔ کہ اپنے بچاؤ کی کچھ نہ کچھ تدبیر کرنی چاہئے + میں ادھر اُدھر ٹہل رہا تھا۔ کہ اتنے میں انور نے کپتان سے جا کر کہلوایا۔ کہ اگر آپ ہماری سب چیزیں ہم کو واپس دے دیں۔ اور ہم سے کچھ تعرض نہ کریں۔ تو ہم آپ کو ایک ہی عمدہ چیز نذر کریں گے +

اس بات کو سُن کر کپتان ہنسا۔ اور کہنے لگا۔ کہ دکھیں۔ وہ کیا چیز ہے۔ انور نے ہاتھ سے قصر کے اندر کے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔ اور کپتان بغیر کسی شبہ کے مع اس آدمی کے جو اس کے ساتھ تھا۔ انور کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ میری سمجھ میں نہ آیا۔ کہ معاملہ کیا ہے۔ میں بھی کپتان کے پیچھے پیچھے گیا۔ لیکن جوں ہی کپتان کمرے میں اندر گیا۔ جمال اور انور اور حبشی وغیرہ غرض سب ان دونوں پر ٹوٹ پڑے اور ایک دم سے ایسا دبایا۔ کہ یہ دونوں چلانے بھی نہ پائے۔ اور ان کو زمین پر چت کر لیا گیا۔ اور ذراسی دیر میں انور کپتان کے سینے پر چڑھ بیٹھا۔ میں نے دیکھا۔ کہ انور اکیلا ہے۔ میں بھی اس کو داب بیٹھا۔ حبشی نے کپتان کی ٹانگیں پکڑ لیں۔ اور آناً

صفانا میں گلا گھونٹ کر ڈال دیا۔ یہی حال کپتان کے ساتھی کا ہوا۔ ان دونوں کو مار کر ہم لوگ فوراً باہر نکلے۔ اور فوراً ہی ان لوگوں پر جو اسباب وغیرہ اُٹھا رہے تھے۔ بے خبری میں آن پڑے۔ اور گو لوگ زیادہ تھے۔ لیکن ذراسی دیر میں ہم نے اکثر آدمیوں کو کاٹ کر رکھ دیا۔ اور باقی کو مار بھگایا۔ اتنے میں اَور لوگ کنارے پر سے شور و غل سُن کر آ گئے۔ ہم لوگ ہمت کر کے آگے بڑھے۔ اور یہاں ذرا ڈٹ کر مقابلہ ہوا*

ہم اپنی جان ہتھیلی پر رکھے ہوئے تھے۔ اس بری طرح سے ان لوگوں پر ٹوٹ پڑے۔ کہ یہ لوگ بھی گھبرا گئے۔ یہ خیر ہوئی۔ کہ ان کی بندوقوں کے فیر سب خالی گئے۔ اور اب تلوار پر بات آن پڑی۔ کنارے پر سے آدمی برابر بھاگے آرہے تھے۔ ہم تعداد میں کم تھے۔ لیکن ابھی تک ہم میں سے کوئی زخمی نہ ہوا تھا۔ ہم نے جب دیکھا۔ کہ دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی ہے۔ تو ہم لوگ آہستہ آہستہ اصطبل کی طرف ہٹے۔ اور تھوڑی سی آڑ ڈھونڈھنے لگے۔ کیونکہ وہ لوگ اب بندوقیں چلا رہے تھے۔ اور ایک گولی تو میرے اتنے قریب سے نکل گئی تھی۔ کہ میرے گال پر اس کا چرکا بھی لگا تھا* انور نے نہایت بہادری دکھائی۔ اور تقریباً آٹھ دس آدمی خود قتل کئے*

یہ لوگ نہایت بزدل تھے۔ اور کوئی اچھی طرح ہمارے پاس نہ آتا تھا۔ کہ اتنے میں ان بزدلوں کا رخ قصر کی طرف ہوا۔ جہاں عورتیں اور بچے تھے* یہ دیکھ کر ہم نے ایک دم سے ان پر حملہ کر دیا۔ ان لوگوں نے ہم پر گولیاں چلائیں۔ اور انور جو سب سے آگے تھا۔ گولی کھا کر گر گیا۔ لیکن فوراً ہی اُٹھ کر پھر دوڑا۔ عین

اسی وقت جمال۔ احمد اور طوفان حبشی گرے۔ یہ لوگ بھی فوراً ہی اُٹھ کھڑے ہوئے لیکن احمد نہ اُٹھ سکا۔ پھر گیا تھا۔ ان لوگوں کو دیکھے بغیر ہم دوڑ پڑے۔ اور اس بری طرح حملہ آور ہوئے۔ کہ ان کو ایک طرف دھکیل دیا۔

میرے سامنے ایک آدمی آیا۔ لیکن پیشتر اس کے کہ وہ حملہ کرے۔ میں نے اس کے پیٹ میں خنجر بھونک دیا۔ لیکن ساتھ ہی میری گردن پر ایک تلوار پڑی۔ جس سے میں بل کھا کر گر پڑا۔ اور پیشتر اس کے کہ دوسرا آدمی پھر وار کرے۔ اس کی گردن انور کی تلوار سے علیحدہ ہوگئی۔ میں اُٹھ بیٹھا۔ لیکن گردن کے قریب کندھے سے خون برابر نکل رہا تھا۔ ہم میں سے اب سب کے سب زخمی ہو گئے تھے۔ اور بہت کمزور تھے۔ لیکن اب تک جو ہم مقابلہ کر رہے تھے۔ وہ ایسے لوگوں سے کر رہے تھے۔ جو ہمارے سامنے مطلق تلوار نہ چلا سکتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی۔ کہ کوئی وار اب تک ہم پر کاری نہ پڑا تھا۔ صرف احمد گولی کا زخم کھا کر پیچھے گر گیا تھا۔ لیکن ہم کو اس وقت مطلق خبر نہ تھی۔

اسی اثنا میں جب ہم اپنی جان سے ناامید ہو گئے۔ تو ایک بڑی زبردست آواز بادل گرجنے کی سی آئی۔ اور فوراً سب کے ہاتھ رُک گئے۔ ساتھ ہی کچھ لوگ ان قزاقوں پر پیچھے سے حملہ آور ہوئے۔ ہم لوگوں نے ایک خوشی کا نعرہ مارا۔ اور زور کر کے ان سب پر ٹوٹ پڑے۔ اور ذرا سی دیر میں سب کو مار کر ٹھکانے لگا یا۔ جب لوگوں میں صرف دس رہ گئے۔ تو انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اور ہم نے ان سب کو گرفتار کر لیا۔ اس دوران میں توپیں چل رہی تھیں۔ درحقیقت یہ بات تھی۔ کہ دوسرا جہاز جس کو انہوں اپنا بیان کیا تھا۔ آپہنچا تھا۔ اور اس نے یہ کل معاملہ بھی دیکھا تھا۔

یہ دراصل ایک انگریزی جہاز تھا۔ جس نے اپنے آدمی ہماری مدد کو اتار دیئے تھے۔ اور قزاقوں کے جہاز پر حملہ کر دیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں قزاقوں کا جہاز بھاگا۔ اور انگریزی جہاز اس کے پیچھے چلا۔ اور ایک دوسرے کے پیچھے روانہ ہو گئے۔

جب ہم نے ان لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ تو ہمیں اپنے مددگاروں سے یہ حالات معلوم ہوئے۔ کہ ان قزاقوں کا پیچھا بہت دنوں سے کیا جا رہا تھا۔ مگر یہ لوگ ہاتھ نہ آتے تھے۔ اس کے بعد ہم احمد کے پاس آئے۔ اس کی ٹانگ میں زخم لگا تھا۔ اور وہ چلنے سے معذور تھا۔ اسی وجہ سے مردہ بنا پڑا رہا۔ تاکہ کوئی اس کو زندہ سمجھ کر مار نہ ڈالے۔ ایک گولی انور کی ران میں سے پار نکل گئی تھی۔ لیکن کنارے سے نکلی تھی۔ ورنہ وہ بھی نہ اُٹھ سکتا۔ طومان کے بائیں بازو میں گولی لگی تھی۔ جس کے صدمے سے وہ بھی گر گیا تھا۔ اور جمال کے بائیں کندھے میں لگی تھی۔ یہ گویا سخت چوٹیں تھیں۔ اور ذرا سی دیر کے بعد تکلیف اور خون نکل جانے کے سبب سے یہ سب بالکل نہ چل سکتے تھے۔ بلکہ زرد ہو ہو کر بیٹھ گئے۔ انگریزوں نے ہمارے ساتھ بہت ہمدردی کی۔ عورتوں نے فوراً سب کی تیمارداری کی۔ اور آرام کی جگہ پر لٹایا۔ میری گردن میں بھی معمولی سی چوٹ تھی۔ اور ایسی ایسی چوٹیں قریب قریب سب کے لگی تھیں۔ ہم نے کنارے پر آ کر دیکھا۔ لیکن کچھ پتہ نہ لگا۔ یہ ایک خواب سا تھا۔ جو ختم ہو گیا۔ ہمارے ساتھی انگریز تعداد میں اکیس تھے۔ اور ان لوگوں میں سے کوئی بھی زخمی نہ ہوا تھا۔ قیدیوں کو باندھ کر ایک جگہ ڈال دیا۔ اور ان کے زخمیوں کو اچھی جگہ رکھا جائے۔ جو پندرہ کے قریب تھے۔

اس کے بعد ہم لوگوں نے کھانا کھایا۔ اور اپنے مددگاروں کی بھی کافی خاطر

تواضع کی زخمیوں کو دودھ پلایا گیا۔ سب جانور اکٹھے کئے گئے۔ جو بے ترتیبی سے
ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے + انگریزوں نے ہماری بہادری کی اور نیز ہمارے
کل سامان کی بہت تعریف کی۔ ہم نے ان لوگوں کی بہت خاطر کی۔ ان کو ہر طرح
آرام سے بٹھایا۔ اور عمدہ عمدہ کھانے کھلائے۔ دوسرے دن انگریزی جہاز پھر
دکھائی دیا۔ اور کنارے پر آکر رُک گیا۔ ہم نے جہاز کی باقاعدہ سلامی دی۔ جس
کا جہاز نے بھی جواب دیا + تھوڑی ہی دیر میں انگریزی جہاز کا کپتان مع اپنے
آدمیوں کے اُترا۔ میں نے اس کی بھی بہت اچھی طرح خاطر تواضع کی۔ اور کل
سامان دکھایا۔ اس نے زخمیوں کو دیکھ کر فوراً جہاز پر سے ڈاکٹر کو بلوایا۔ اور سب
کی بہت اچھی طرح مرہم پٹی کی +

مجھ کو یہ سُن کر بہت خوشی ہوئی۔ کہ قزاقوں کا جہاز ڈبو دیا گیا۔ اور مع اپنے
ناہنجار مالکوں کے سمندر کی تہ میں پہنچا دیا گیا۔ جن لوگوں کو ہم نے گرفتار کیا تھا۔ انہیں
کپتان کے سامنے پیش کیا + اس نے کہا۔ کہ مجھ کو تو حکم ہے۔ کہ ان سب کو فنا کر دوں۔
لیکن میں ان کو وطن واپس لے جاؤں گا۔ جہاں یہ کافی سزا پائیں گے + انگریزی
جہاز دس روز اسی جگہ رہا۔ اور ہم نے جہاز والوں کی خاطر داری میں کوئی
دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ بہت سی بھیڑیں اور بکریاں۔ مرغیاں۔ کبوتر وغیرہ میں نے
کپتان کی نذر کئے۔ اور نیز شتر مرغ کے پَر بھی جو نہایت قیمتی سمجھے جاتے ہیں۔
پیش کئے + ڈاکٹر کو بھی ہم لوگوں نے بہت سے تحفے پیش کئے۔ اور وہ چلتے وقت
ہم کو علاج کا کافی سامان اور ضروری ہدایات دے گئے۔ میں نے کپتان سے
اس بات کی خواہش ظاہر کی۔ کہ میں لڑکوں کو بھیجنا چاہتا ہوں۔ جس پر اس نے کہا۔

کہ میں دو مہینے کے اندر ہی اندر پھر واپس آؤں گا۔ اور پھر وہاں سے انگلستان ہوتا ہوا مصر تک جاؤں گا۔ میں نے یہی مناسب سمجھا۔ غرض وہ لوگ ۸ سویں روز چلے گئے ۔

زخمیوں کی حالت رو بہ صحت تھی۔ اور ڈیڑھ مہینے کے اندر ہی اندر سب کو آرام ہو گیا۔ کیونکہ چوٹیں کچھ ایسی مہلک اور ضرر رساں نہ تھیں۔ میں اس فکر میں تھا۔ کہ لڑکوں کو یورپ بھیج کر ضروری سامان وغیرہ منگاؤں۔ اور اگر ہو سکے تو اپنے عزیزوں وغیرہ کو بھی یہاں بلیتے آئیں۔ سامان خریدنے کے واسطے سونا تو کافی تھا۔ مگر میرا ارادہ ہوا۔ کہ اگر ہو سکے۔ تو اسی جگہ آدمی کو بھی تلاش کرنے جاؤں۔ جہاں سے پہلے ہم لائے تھے۔ یہ خیال کر کے میں نے دونوں حبشی غلاموں کو ساتھ لیا۔ اور ناؤ پر چل دیا۔ رات کو ہم چلے تھے۔ اور ہوا کے موافق ہونے سے بہت ہی جلد پہنچ گئے۔ صبح میں نے ناشتہ وغیرہ کیا۔ اور وہاں چلنے کی تیاری کی۔ دونوں غلاموں میں سے میں نے ایک کو کشتی پر چھوڑ جانا مناسب سمجھا۔ اور ایک کو ساتھ لیا۔ مجھ کو راستہ بخوبی یاد تھا۔ اور میں چلا جا رہا تھا۔ کہ اتنے میں میرے سامنے سے ایک بہت بڑا موٹا سانپ ایک خرگوش کے بچے کو لے کر بھاگا ہوا نکلا۔ میں بے خبر تھا۔ بندوق نہ چلا سکا۔ لیکن اس کا پیچھا کرنا شروع کیا۔ سانپ ایسا گیا۔ کہ سوائے اس کے جانے کی لکیر کے اور کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ میں اسی کے کھوج پر چلا گیا۔ یہاں تک کہ ایک ٹیلوں کی قطار آ گئی۔ ایک ٹیلے کی طرف کھوج لگا۔ ادھر میں چلا گیا۔ یہاں تک۔ کہ ایک غار کے کنارے پہنچا۔ اس غار کا منہ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے کسی آدمی نے بنایا ہے۔ مجھ کو شبہ ہوا۔ کہ اس میں گیا ہو گا۔ لیکن پھر آگے

اور نشان معلوم ہوا۔ اور پھر تھوڑی دور جاکر نشان زیادہ گہرا ہو گیا۔ اور کنکروں میں بالکل معدوم ہو گیا۔

میں لوٹ کر غار کے منہ پر آیا۔ اور دوڑ کے اندر گیا۔ یہ واقعی آدمی کا بنایا ہوا تھا۔ اور جب میں نے ذرا غور سے نیچے دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ایک آدمی کا محض ڈھانچا پڑا ہے۔ جس پر گوشت پوست وغیرہ کچھ نہیں۔ میں اس کو غور سے دیکھنے لگا۔ دانتوں سے جو کہ اب تک ثابت تھے معلوم ہوتا تھا۔ کہ کوئی نوجوان تھا۔ خیر میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا کہ میری نظر اوپر چھت پر پڑی۔ تو ایک مٹی کا گرا لوہے کے تار میں لپٹا ہوا لٹک رہا تھا۔ میں نے اس کو فوراً اتار لیا۔ اور پھوڑا۔ تو اس میں دو جڑی ہوئی سیپیاں نکلیں۔ ان کو جو میں کھولا۔ اندر سے ایک کاغذ نکلا۔ اس پر بہت سی زبانوں میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ جو میری سمجھ میں بالکل نہ آتا تھا۔ آخر میں میں نے دیکھا۔ کہ ترکی زبان میں بھی کچھ لکھا ہوا ہے۔ وہ حسب ذیل تھا۔

میں ایک سیاح تھا۔ جو کسی زمانے میں ملکوں ملکوں پھرتا پھرا۔ اور آخر یہاں آیا۔ آج مجھ کو اس جگہ پر پانچواں اور آخیر برس ہے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ میں آج بالکل مر جاؤں گا۔ کیونکہ میری حالت بیماری کی وجہ سے بہت خراب ہے۔ یہاں تک کہ میں پانی وغیرہ بھی پینے کے لئے نہیں اٹھ سکتا۔ میری استدعا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص کبھی یہاں آ جائے۔ تو مجھ کو عیسائی پروٹسٹنٹ طریقے پر دفن کر دے۔ خدا اس کا اجر دے گا۔ آخر میں اس مردہ جسم کی طرف سے جو سامنے پڑا ہے۔ ایک قدردانہ پیش کش ہے۔ یعنی میرے سرہانے کی زمین کھود کر دیکھی جائے۔ اور جو کچھ نکلے۔ وہ یہاں